بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بند (۱)

ایک باورچی سے اک دن اس کے آقا نے کہا
کوئی اچھی چیز آج ایسی پکا کر تو کھلا

ذائقہ بھولیں نہ جس کا کھانے والے عمر بھر
ہونٹ تا ہی چاٹا کریں ایسا مزا ہو چٹ پٹا

فضیلت جس کو ہو سب پر وہ ہو ایسا طعام
جس میں لذت سب سے بڑھ کر پائیں ہم ایسی غذا

دوسرا کھانا نہ پکنے پائے مطبخ میں کوئی
آج وہ دسترخوان پر کچھ بھی نہ ہو اس کے سوا

سن کے باورچی نے آقا کی زباں سے خاص حکم
وہ کیا تیار اک کھانا جو معمولی سا تھا

ہو گیا تیار جب پک کر تو رکھ کر قاب میں
لاکے دسترخوان پر آقا کے آگے رکھ دیا

قاب کا سرپوش آقا نے اٹھایا شوق سے
اٹھتے ہی سرپوش کے اس کو تعجب ہو گیا

کیوں کہ اس کو تو یہ تھی امید ہوگا وہ طعام
جس کو آنکھوں نے نہ دیکھا ہو نہ کانوں نے سنا

تھی یہاں اس کی جگہ ایسی غذا پکی ہوئی
جس کو معمولی سا معمولی بشر ہی جانتا

گوشت کی اک قسم تھی وہ بھی، مگر اس قسم کی
جس کو کم کھاتے ہیں اکثر بالدار اور اغنیا

بیٹھ کر یہ چپ تھا وہ دل ہی دل میں دم بخود
سوچتا تھا، کیا کہا تھا میں نے، اس نے کیا کیا

پا کے چپ چپ اس کو باورچی نے یوں تقریر کی
اے مرے آقا! تعجب کیوں ہوا! آخر کیا ہوا؟

آپ اس اعلیٰ غذا کو کیا سمجھتے ہیں ذلیل؟
آپ اس نعمت کی لذت سے نہیں واقف ہیں کیا؟

ہر مزے کی چیز یہ ہے کہتے ہیں سب اس کو زبان
کیجیے پہلے تناول کیجیے پھر اس کو جدا

قورما قلیا تو کھاتے رہتے ہیں روزانہ آپ
کھائیے تو چند لقمے اس غذا کے بھی ذرا

بے مزا پائے نہ کچھ اس کی حقیقت پوچھیے
نوش فرمائیے پھر مجھ سے لذت پوچھیے

(۲) بند

وصف اس کے عرض کرتا ہوں سنیں آپ احباب
اس سے بڑھکر کوئی شی دنیا میں ہو سکتی نہیں
علم ہی گر اک خزانہ تو یہ ہی اُس کی کلید
حمد ہو جس سے خدا کی وہ ذریعہ ہی یہی
ہی وہ دولت یہ زباں ہر آدمی کو جسکی ساکھ
اس کی باتوں میں وہ شیرینی خدا نے کی عطا
اس کی ہمدردی میں مقناطیس کا سا ہی اثر
اس کی ادنی سی صفت یہ ہی جو یہ گونگی ہے
اس کی رنگینی میں بھی دیکھی نہیں ہر سو بہار
اسکے فقروں میں بھرا ہوتا ہی وہ گہرا اثر
اسکے منہ سے لفظ جو نکلا وہ ٹلتا ہی نہیں
بامزا باتوں کا اُس کی یہ اثر دیکھا گیا
اس کی تعریفیں فقط میری زباں پر ہی نہیں
کون ہی پوشیدہ ہیں جس پر کمال اس چیز کے
دیکھنے میں گوشت کا ہی لوتھڑا گویا زباں

یہ وہ نعمت ہی کہ جس کا ہو نہیں سکتا جواب
یہ ٹکے بھر کی زباں رکھتی ہی قیمت بے حساب
فیض سے اس کے ہوا کرتی ہی دنیا کامیاب
مکتبوں میں جو ہی جاری وہ اسی کا ہی نصاب
ہی وہ نعمت یہ زباں ہر بات جسکی افتخار
جسکے آگے قند مٹی جسکے آگے خاک ہی راب
لب ہلاتے ہی ٹھہر جاتا ہی دل کا اضطراب
کارخانہ دین کا دنیا کا ہو جاے خراب
جسطرح گلشن میں رنگ اپنا جماتا ہی گلاب
جن کو سن کر سنگ کا بھی ہو کلیجا آب آب
رات دن دنیا میں گو دیکھا کریں ہم انقلاب
جسطرح بے ہوش ہو جاے کوئی پی کر شراب
بلکہ ہی لبریز اس کے وصف سے ہر اک کتاب
وصف اس کے اس طرح روشن ہیں جیسے آفتاب
ہی مگر ہر بات کا دنیا میں اس سے انتساب

سینکڑوں یہ دعوے کیے ہیں سب ہیں ثابت بے گواہ
سارے اعضا ہیں رعیت اس کی یہ ہی بادشاہ

بند (۳۲)

تھی نہ اصلیت سے خالی کوئی باورچی کی بات
ہوگئی جب ختم باورچی کی ساری گفتگو
پیٹھ ٹھونکی اوسنے باورچی کو دی داد اسطرح
ہم سمجھتے تھے بُرا جسکو وہ نکلی خوب چیز
دے چکا جب داد اُس کو پھر دیا انعام بھی
داد اور انعام لے دے کر ہوے دونوں ہی خوش
اسکے بعد اُسنے دیا یہ حکم باورچی کو پھر
جس سے بڑھکر ہو بُرا کھانا نہ دنیا میں کوئی
جو کسی ایسے بھی بامزا ہونے نہ پائے
اسقدر مُنہ کا مزا بدلے کہ وہ سنبھلے نہ پھر
سر پہ حکم باورچی نے سُن کر عرض کی
ہو کے یہ مصروف اپنے کام میں وہ ہو گیا
کیا کہوں کیا اُس نے رکھا لاکے دستر خوان پہ
ہوگیا حیران آقا، اور باورچی نے پھر
اس سے بدتر کوئی دنیا میں غذا دیکھی نہیں

غور سے سنتا رہا ہر اک صفت وہ نیک ذات
سُن چکا جب وہ زباں کی یہ حقیقت یہ صفات
واقعی تو نے بیاں سچے کیے سارے نکات
درحقیقت اسکے آگے سب غذاؤں کو ہے مات
سچ ہی دینے والے کا رکتا نہیں ایسے میں ہات
کیوں نہ خوش ہو کہ خوش ہونے کے تھے یہ واقعات
اب بھلا تو وہ غذا کھانے نہیں جسکو ثقات
جسکے آگے خوش مزا ہو دال دلیا ساگ پات
خواہ ڈالیں زعفراں اسمیں کہ ڈالیں تیز پات
بد مزے کے واسطے ہر چند ہم کھائیں نبات
اس کی بھی تعمیل ہوگی، ہے یہ معمولی سی بات
کام کرتے کرتے آخر دن ڈھلا اور آئی رات
اک کابی میں وہی قتلے زباں کے آٹھ سات
کی ادب سے عرض، ہے یہ شئ نہایت واہیات
ہضم ہوکر خاک ہو، بس ہے یہ اسکی کائنات

اس کو کھاتا ہی نہیں رغبت سے کوئی نیکخو
کیا کروں اس کی بُرائی۔ ہے بڑی یہ گفتگو

بند (۴)

سنتے ہیں سب اس کی بدگوئی سے گھر گھر الغیاث
بیشک سب ہی مانگتے رہتے ہیں اکثر الغیاث

جھوٹ کر دے سچ کو یہ ادنیٰ سی اسکی بات ہے
پاک نفسوں کے لبوں پہ ہو نہ کیوں کر الغیاث

انبیا اور اولیا بدگوؤں سے ڈرتے رہے
الحفیظ اُن کی زباں پر اُن کے لب پر الغیاث

چغلیوں کی اسکو عادت گالیوں کی اس کو لت
ہے قیامت کا غضب کا اس کا منتر الغیاث

بدزبانی گوشت سے کرتی ہے ناخن کو جُدا
عیب تو کرتا ہے برادر سے برادر الغیاث

خوش نہیں ہوتا ہے چغل خور سے دنیا میں کوئی
دیکھکر ایسا پسر کہتی ہے مادر الغیاث

کوئی بھی اچھا نہیں کہتا زمانے میں اُنھیں
کیا برے ہوتے ہیں بدگو ان کے تیور الغیاث

شیخیوں نے اُس کی غارت کر دیا شیطان کو
ورنہ اُس کے نام پہ ہوتی نہ در در الغیاث

اُس زباں سے جس سے غیبت کے سوا نکلے نہ کچھ
آدمی تو آدمی کرتا ہے داور الغیاث

بدزبانی کا اثر زائل نہیں ہوتا کبھی
حشر تک کہتے رہینگے سب برابر الغیاث

گھاؤ اس کے جب کہیں پڑتے ہیں پھر بھرتے نہیں
زہر میں گویا بجھا ہے اس کا خنجر الغیاث

جابجا اُٹھتے ہیں طوفاں اور فتنے اس سے ہی
کسقدر پھیلا ہوا ہے جھوٹ کا شر الغیاث

افترا پردازیاں ڈھاتی ہیں کیا کیا آفتیں
کہہ رہا ہے ہر گداگر ہر تونگر الغیاث

فحش گوئی کا ہے یہ آلہ خرابی کی ہے جڑ
کیوں نہ مانگیں اس سے عارف زندگی بھر الغیاث

بدزبانوں سے خدا بھی خوش نہیں ہوتا کبھی
اس لیے کرتے رہے سارے پیمبر الغیاث

الغرض ہے خاص صورت اس کی ہر اک شان میں
ہے اسی کی بات ہر انسان ہر شیطان میں

بند (۵)

ابھی ہیں سے خاص مطلب کا ہی اپنے اندراج
کہہ چکا ہوں میں مثلاً چند باتیں جو ابھی
فرق اتنا ہی وہ مُردہ تھی یہ ہی ہے زندہ زباں
تھا مزا کھانے میں اُسکے بولنے میں اسکے لطف
جمع ہو کر آئے ہیں اس انجمن میں جتنے لوگ
کچھ خرابی تھی نہ اُردو میں نہ تھا کوئی مرض
ابتدا اسکی ہوئی تھی اُس زمانے میں یہاں
گو عدالت کی زباں اُردو نہ تھی، پھر بھی بہت
رفتہ رفتہ فارسی، بھاشا نے دی اسکو مدد
کام کا اس کو بنایا اور نام اپنے دیے
رہ گئے پیوست یوں اُردو میں سب ہندی کے لفظ
ہر طرف سے پھر تو اس کو بھی یہ شہ ہونے لگی
ہو گئی دربار میں اُردو زباں جب روشناس
ہند سے جب بادشاہت مٹ گئی اسلام کی
بول بالا ہو گیا اُردو زباں کا ہر طرف

کیا کہوں ہے میرے دل کو کیا خوشی کیا ابتہاج
ہے انھیں باتوں کی ترتیبی عمل کا وقت آج
ورنہ جو خاصیتیں اسکی ہیں وہی اس کا مزاج
اُس کا جزیہ تھا وہ گویا اور اس کا یہ خراج
بس انھیں کے ہاتھ ہے اُردو زباں کی آج لاج
اختلافوں کی خراشوں سے یہ سب ہے کوڑھ کھاج
جب مسلمانوں کا تھا ہندوستاں میں خوب راج
فوج میں بازار میں چلتا تھا اس سے کام کاج
دل کی ڈھارس بندھ گئی جاتا رہا سب اختلاج
جیسے پانی، آگ، مٹی، کھیت، باڑی اور ناج
جس طرح اچکن سے پاجاموں میں چھپ جاتے ہیں کاج
فارسی کی طرح اب دربار میں تو بھی ہے راج
شاعروں نے سب سے پہلے سر پہ رکھا اس کے تاج
اور انگریزی حکومت کو ملا دنیا سے باج
سندھ کیا پنجاب کیا ہر سمت تھا اسکا رواج

کون تھا جس کو نہ تھا دنیا میں پیارا اس کا نام
ہر بشر کو دل سے تھا مرغوب اُردو کا کلام

(۶) بند

چاہتا تھا ہر بشر اُس عہد میں اسکی فلاح
ہر جگہ ہندو مسلمانوں میں باہم میل تھا
سارے شاعر اسکے حامی کُل ادیب اسکے مشیر
سب نے مل جُل کر وہی ترکیب کر لی اختیار
دوسری علمی زبانوں سے ملے الفاظ اسے
ترجمے ہونے لگے ہندوستاں میں جا بجا
خط کتابت بھی باہم اُردو ہی میں ہونے لگی
آسمانی جو کتابیں تھیں مترجم ہو گئیں
کیوں نہ ان کاموں کی ہوتی قدر ہر انسان کو
مذہبی ہوں یا ہوں تاریخی کتابیں سب ہیں خوب یا
منہمک لکھنے پڑھنے ہوں جب بھلائی کے لیے
اور بھی شکلیں ترقی کی نظر میں ہیں مگر
ہے جو اُردو نامکمل تو مکمل کیجیے
گو بُری فال اسکو سمجھیں سب کہیں گے ہم مگر
مشترک ملکی زباں اُردو زباں کو مانیے

رات دن سب سوچتے رہتے تھے اسکی فلاح
یہ نہ ہوتا گر تو ہو سکتی تھی کیا کوئی فلاح
ہر پڑھے لکھے کو تھی منظور اسکی ہی فلاح
جس کسی ترکیب میں اسکے لیے دیکھی فلاح
یوں بھی اُردو نے ہماری تھی بہت پائی فلاح
ایسی تالیفوں سے بھی ہوتی رہی دونی فلاح
اس سے بڑھ کر اسکے حق میں اور کیا ہوتی فلاح
تھی یہ اُردو کے لیے گویا اک الہامی فلاح
مذہبی دنیا کے لوگوں کی یہ تھی دینی فلاح
دین کی بہبود اُن میں اُن میں دنیاوی فلاح
کیوں پسندیدہ نہ ہو دنیا کو پھر ایسی فلاح
متفق جب سب نہوں تو خاک ہو قومی فلاح
تاکہ ہو علمی ترقی تاکہ ہو علمی فلاح
اب نظر آتی نہیں افسوس اگلی سی فلاح
ہندیوں میں ہو نہ ہو سکتی نہیں ملکی فلاح

فرض ہے سب پر کریں ہندو مسلماں سب خیال
ایک ہونی چاہیے ہندوستاں کی بول چال

بند (۷)

ہم نہیں گے نہ ہیں گے نہ ہیں گے کبھی ۔۔۔ کون کہتا ہی کہ اب یہ ہو نہیں سکتا فراخ
ے ہر لکھا پڑھا دل سے اگر کوشش کرے ۔۔۔ تنگ یہ میدان ہوچکا ابھی کیا کیا فراخ
اگرچہ اب بھی دامن اپنی اردو کا فراخ ۔۔۔ تھا سنا اس سے بھی بڑھکر اگر ہوتا فراخ
ں جگہ پہ لگی زبانوں کو ہوی وسعت نصیب ۔۔۔ اس جگہ ہر شخص کی ہمت کا دامن تھا فراخ
کوشش جہاں ہوتی ہی ہوتا ہی یہی ۔۔۔ دیکھو انگریزی ادب کو ہو گیا کیسا فراخ
ب انگریزی ادب ہی پہ یہ کیا موقوف ہی ۔۔۔ پڑھکے دیکھو تو عرب کا ہی ادب کتنا فراخ
سنسکرت اس وقت تک بولی نہیں جاتی مگر ۔۔۔ ہی کشادہ اسطرح جسطرح ہی دریا فراخ
بلکہ قلت لغت کی ہار دی ہمت عبث ۔۔۔ آج جو کم ہی وہ کل ہو جاے گا دونا فراخ
ر کہتے ہیں کہ ہی اردو ادب کی راہ تنگ ۔۔۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ اس کا ہی ہر اک رستا فراخ
ہ تکلف ہر زباں کا لفظ داخل اس میں ہی ۔۔۔ کہہ سکے کیوں کر کوئی، اسکی نہیں اتنا فراخ
رة ۔۔ کی کتابت سر بسر ہی شارٹ ہینڈ ۔۔۔ ایسی صورت میں رہے اس کا نہ کیوں املا فراخ
لی وسعت بھی گھٹی جاتی ہی نظروں میں نہیں ۔۔۔ جسطرح اچھا نظر آتا ہی ہر سینا فراخ
ن پھیلے کچھ بہاری تو نہیں اردو زباں ۔۔۔ جسکا مسکن ہی کشادہ خود نہیں اصلا فراخ
ے کرتی ہی نہیں اپنے کسی مہمان کو ۔۔۔ اس کا دستر خوان دنیا کے لیے پایا فراخ
ن زبانیں جسقدر ان سب سے یہ بڑھ جاے گی ۔۔۔ ہات اسکا اور اگر چندے سے نہیں دیکھا فراخ

جس کے دل میں کچھ بھی ہمدردی کی باقی ہی کسک
فرض ہی اس کا کرے اپنی زبان کی وہ کمک

بند (۸)

آج ہی جس واسطے اس انجمن کا انعقاد — اس کا اصلی مدعا اصلا[illegible]

بس یہی ہے آپ ہم سب ملکے وہ کوشش کریں — جس سے ہو اردو زباں سے [illegible]

ظلم اس دکھیا پہ ناحق ہو رہے ہیں بے شمار — آج اس کے صبر کی چھنی [illegible]

وقت یہ اب نہیں ہے چپ رہیں ہاتھ پہ ہاتھ — ہمکو کرنا چاہیے اسوقت [illegible]

ہم کھلے بندوں یہ کہتے ہیں کہ ہم اردو کے ہیں — اب نہیں باقی رہا ہے کہ [illegible]

بھول سکتے ہیں کب اٹھائیسویں اپریل کی — وہ گھڑی وہ دن ہے کہ [illegible]

تھیں وہ باتیں اس زمانے میں تو نامربوط سی — لیکن اب تو چل چکی ہے جو [illegible]

ایسی حالت پر نہ کیوں کر ہم مداوا اسکی کریں — ایسی صورت میں نہ کیوں [illegible]

کل انہیں باتوں سے وہ اردو کا دیکھیں گے عروج — آج جن باتوں پہ ہیں نا[illegible]

ہائے اردو تیری کیفیت کوئی ہم سے سنے — تو وہ خالص ہی ہے جسکی [illegible]

وہ زباں ہے تو کہ تیری ہر ادا ہے دلفریب — وہ بیاں ہے تو کہ تیرے [illegible]

قلعے میں دہلی کے بنیاد تری اچھی پڑی — تجھ سے بڑھکر ہو نہیں سکتا [illegible]

میر غالب گو نہیں ہیں زندہ لیکن یاد ہیں — تیری غزلیں تیری فرد [illegible]

تو ہی انکی خدمتی سکے لیے حاضر ہے تو — عقل کا دشمن ہے وہ [illegible]

تو نے غیر الفاظ کو اپنا بنایا رات دن — اپنے حق میں کانٹے بوتے [illegible]

تو رہے دنیا میں جبتک چرخ پر پھولے شفق

تیری تصنیفات سے بھرتے رہیں لاکھوں ورق

بند (۲۵)

ج ہیں اُردو زباں کے جمع جتنے مہرباں
تے ہیں نواب راجے اہل ہند ذی اختیار
لکت میں اپنی دیں اُردو زباں کو وہ رواج
م سے اپنے اسی کو اُس جگہ رائج کریں
ساتھ ہی اس کے کریں خود بھی توجہ اس طرف
ی نواب آجکل ایسا نظر آتا نہیں
بھی لازم ہے ہم کو ان کے پاس اک عرضداشت
ہماری عرض اُن سے اتنی ہونی چاہیے
طرح دیتے ہیں جا جتنے کو سارے امیر
تھوڑا تھوڑا بھی ملا گر ایک اک نواب سے
اُن سے جا کر عرض کیجیے اس میں جتنے وصف ہیں
ہ اگر تقدیر سے اُردو کے خواہاں ہو گئے
حل ہو جائے گی ہر تصنیف کی دشوار راہ
کو ابھی دیا ہی آپ ہونگے کامیاب
ور سے ایسے بھی بیکار ہو سکتے نہیں

دوسرا امر ریزولیشن سنیں وہ قدرداں
ڈسنٹ نہ اُن سے کہنی چاہیے یہ داستاں
تاکہ سارے ہند میں یکساں رہے اس کا نشاں
قائم اب تک اس کا دفتر ہو نہیں پایا جہاں
تاکہ ہو اُن کی رعایا بھی نہ اس سے بدگماں
چھوڑ دے التفات کی جو اپنے ہاتھوں سے عناں
نارسا ہرگز نہ ہوگی دل سے ہوگی جو فغاں
آپ کے الطاف کی محتاج ہے اُردو زباں
بس نہیں بھر دیجیے اُردو کی خالی جھولیاں
پھر تو بیل اُردو کی یوں پھیلے گی جیسے کہکشاں
اُن پہ ظاہر کیجیے اُردو میں ہیں جو خوبیاں
پھر تو جب آراستہ ہو جائے گی اس کی دکاں
اک لغت کیا سارے کاموں میں پہنچ آسانیاں
گر ہوی کوشش تو جائے گی نہ محنت رائگاں
ہیں مفید اپنے لیے یہ مصلحت اندیشیاں

کام کیجے کام کی باتوں میں دہشت ہی عبث
دیکھ لیجے کوششیں فرما کے حجت ہی عبث

بند (۲۶)

اب کروں گا جس رزولیشن کی بابت گفتگو
اس میں یونانی اطبا سے ہی اتنی آرزو

اپنے فن کے ساتھ اردو کی حمایت بھی کریں
تاکہ اس کی بھی ہو علمی مجلسوں میں آبرو

ہیں کتابیں طب کی اکثر درس میں ان کے مگر
کوئی اردو ترجمہ دیکھا نہ ان کے روبرو

نسخہ اردو میں کبھی لکھتے ہوئے دیکھا نہیں
گفتگو اکثر ہوئی اردو میں ان سے دوبدو

کوفتہ ۔ آمیختہ ۔ بابیختہ ۔ یا سوختہ
بس یہی ترکیب ہر نسخے میں دیکھی ہوبہو

ہینگ کے بدلے لکھیں گے ہر جگہ حلتیت ہی
وہ کہیں گے دم کیے دنیا جو کہتی ہے لہو

سب کہیں گے سونف لیکن وہ کہیں گے بادیان
سب لکھیں گے کھرل لیکن وہ لکھیں گے سبو

جب یہ حالت ہے تو اردو کی انھیں کیا قدر ہو
جب یہ صورت ہے تو پھر کیوں خنداں ہوں عدو

غور تو کیجے کہ وہ الفاظ بولے جائیں کیوں
جب مرادف ان کا اردو میں ہے رائج کوبکو

کیوں نہ استعمال ان الفاظ کا ہم سب کریں
آج اردو میں ہماری جو ہیں رائج چار سو

اس لیے ہے دست بستہ یہ اطبا سے بھی عرض
کیا برائی ہے اگر وہ ترک فرما دیں یہ خو

فائدے دو اس سے ہوں گے یعنی اول تو یہی
معنوی گلشن میں ہو گا اپنی اردو کو نمو

دوسرے یہ فائدہ جو نسخہ لکھا جائے گا
ایک اردو خواں بھی پڑھ لے گا اسے بے جستجو

اور جتنی ہیں کتابیں ہم مریضوں کے لیے
ان کے زخموں پر بھی ہو اردو کی سوزن کا رفو

درس بھی طب کا دیا جائے اسی میں سر بسر
اصطلاحیں بھی بنیں اردو میں طب کی موبمو

یوں بدل جائے اگر نسخوں کی ساری سرنوشت
لہلہائے پھر چمن میں طب کے اردو کی یہ کشت

(۲۷) بند

گر ہوا ایسا ہی جیسا چاہتے ہیں دادخواہ
ہمکو حاصل ہوگی ہر فن میں حکومت اسطرح
جس روش پر اُس کا جی چاہیگا رکھے گی قدم
جسقدر ہوجائیگا اُردو کا دامن پھر وسیع
سعی و کوشش سے اگر علمی کتابیں ہو گئیں
ہو گئے آمادہ گر اسکے لیے ہم سو پچاس
کوششوں سے متحد گر ہو گئی مُلکی زبان
ہو گئے ہم کامیاب اپنے ارادوں میں اگر
ہر جگہ اس کا گزر ہو ہر جگہ اُسکی پہنچ
جسقدر ہیں اعتراض اُردو پہ سب اُٹھ جائیں گے
ہیں مقابل جتنی ہمسایہ زبانیں آجکل
گر ہوا ایسا تو اک دن یہ بھی ہونا ہے ضرور
ایک ہوجائیگی جب ہندوستاں کی بول چال
یا الٰہی اب تری درگاہ میں اُردو زبان
کہہ رہی ہے اس طرح تو کام کے قابل بنا

پھر تو اُردو کے لیے کھل جائے گی ہر شاہراہ
جس طرح ہو مملکت کا اپنی مالک بادشاہ
جس طرف رخ پر اُسکی مرضی ہو گی ڈالے گی نگاہ
اُسکے دریا کا شناور بھی نہ پہنچ پائے گا تھاہ
پھر تو لاثانی نظر آئے گی اسکی درسگاہ
خود بخود ہوجائیگی پھر مُلک بھر کو اُسکی چاہ
ہو نہیں سکتا ہمارا حال پھر کوئی تباہ
ہند کیا ہر مُلک سے ہمکو ملے گی واہ واہ
مدرسہ کوئی رہے خالی نہ کوئی خانقاہ
مان لیں گے اس کو سب علمی زبان بے اشتباہ
بے حقیقت یوں وہ سمجھی جائیں گی جیسے گیاہ
ہاں مخالف آج جتنے کل وہ ہوں گے خیرخواہ
پھر نہ چلنے پائے گا ہرگز بھی کوئی گمراہ
پھر پھرا کر ہر جگہ سے تیرے آئی ہے پناہ
مجھکو اک دنیا کچلنا چاہتی ہے آہ آہ

مہر سے تیری ہی ممکن سب کچھ اے عالی جناب
تو اگر چاہے تو ذرّے کو بنا دے آفتاب

بند (۲۸)

کیوں لیے پھرتی ہے در در میری حیرانی مجھے — یا خدا اک تاب میں ایسی ٹھوکریں کھانی مجھے
کامل اطمینان سے ہوتا نہیں کوئی مرا — تنگ کرتی ہی بہت میری پریشانی مجھے
آ گئی ہی شاں اب نظر آتے ہیں کچھ ہندی خلاف — ورنہ پہلے بولتے تھے سارے ایرانی مجھے
کہتے ہیں کم مایہ اتنا ہی مجھے کوتاہ بیں — جسقدر بخشی ہی عطا تونے فراوانی مجھے
شہر ہوا ہے جتنی والبتہ تھیں امیدیں مری — اُن سے بڑھکر نفع پہنچاتے ہیں حقانی مجھے
نامبارک ہو رہا ہی ہند میں میرا وجود — ہو گئی زہر ایسے نااہلوں کی مہمانی مجھے
کس مپرسی کی اگر چندے یہی حالت رہی — پھر نہ رکھے گی کہیں کا میری ویرانی مجھے
یا الٰہی مشکلیں جتنی ہیں سب آسان کر — اب نظر آتی نہیں ہی کوئی آسانی مجھے
ظالموں کے ہاتھ سے کب کی ہوئی ہوتی فنا — زندہ رکھتی ہی مگر میری گراں جانی مجھے
آلتروں پہ ہو گیا ظاہر مرا اک کمال — بعض کہتے ہیں مگر ناقص بناوانی مجھے
ختم کب ہوگی مصیبت ہائے کچھ کھلتا نہیں — دقتیں کیا جانے کیا کیا ہیں پیش آنی مجھے
چاہتے ہیں لوگ ہندی میں کتابت ہو مری — ہائے یہ تکلیف دی جاتی ہی روحانی مجھے
اسقدر ہندو مسلمانوں کا جوش اچھا نہیں — خوف ہی مجھکو نہ لے ڈوبے یہ طغیانی مجھے
یا خدا توفیق دے ہندو مسلمانوں کو تو — دیں ترقی را تدن وہ اپنی امکانی مجھے
اپنے جھگڑے کے سوا احسن کہوں میں اور کیا — اس پریشانی میں سوجھے کیا غزلخوانی مجھے

اور کچھ باقی نہیں ارمان مجھ جاں باز کا
ہو مگر انجام اچھا آج کے آغاز کا

اردو لشکر کے افسروں کی تفصیل

تخلص	پورا نام مع القاب	ذریعۂ شہرت	مختصر حالات
ولی	شمس ولی اللہ یا شمس الدین	نظم	احمد آباد گجرات کے رہنے والے اور شاہ وجیہ الدین کے مشہور خاندان میں تھے۔ اردو نظم اور دیوان کی ترتیب ان سے پہلے کسی نے نہیں کی۔ غالباً ان کا ابتدائی دور اورنگ زیب عالمگیر کا آخری زمانہ معلوم ہوتا ہے۔ محمد شاہی عہد میں مع دیوان دلی پہنچے
حاتم	شیخ ظہور الدین	نظم	دلی کے رہنے والے تھے۔ ۱۱۱۱ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۹۶ برس کی عمر پا کر ماہ رمضان ۱۲۰۷ھ میں انتقال کیا اور دلی دروازے کے باہر دفن ہوئے۔
سودا	مرزا محمد رفیع	نظم	ولادت ۱۱۲۵ھ۔ ۱۱۸۵ھ میں لکھنؤ آئے اور ۱۱۹۵ھ میں فوت ہوئے
میر	میر محمد تقی	نظم	۱۱۹۰ھ میں دلی چھوڑ کر لکھنؤ آئے اور سو برس کی عمر پا کر ۱۲۲۵ھ میں فوت ہوئے
درد	خواجہ میر	نظم	۱۱۳۳ھ بعہد فرخ سیر پیدا ہوئے ۱۱۹۹ھ میں ۶۶ برس کی عمر پا کر دلی میں فوت ہوئے
جرأت	شیخ قلندر بخش	نظم	۱۲۰۰ھ میں لکھنؤ پہنچے اور وہیں ۱۲۲۵ھ میں انتقال کیا
حسن	میر غلام حسن	نظم	خاص دلی کے تھے عمر کا اول حصہ فیض آباد و لکھنؤ میں گزرا اور ۱۲۰۱ھ یکم محرم کو لکھنؤ میں فوت ہوئے
انشا	سید انشاء اللہ خاں	نظم	دلی سے لکھنؤ گئے اور وہیں ۱۲۳۳ھ میں وفات پائی
مصحفی	شیخ غلام ہمدانی	نظم	اصل وطن امروہہ تھا مگر رہتے دلی میں۔ آخر ۱۲۴۰ھ میں بمقام لکھنؤ فوت ہوئے
نصیر	شاہ نصیر الدین	نظم	دلی سے حیدر آباد دکن گئے اور وہیں ۱۲۵۴ھ میں وفات پائی۔
ناسخ	شیخ امام بخش	نظم	آبائی وطن لاہور مگر خود لکھنؤ میں رہتے۔ ۱۲۵۴ ہجری میں وفات پائی
ذوق	ملک الشعراء خاقانی ہند شیخ ابراہیم	نظم	۱۲۰۴ھ میں پیدا ہوئے۔ اور ۲۴ صفر روز پنجشنبہ ۱۲۷۱ ہجری میں بمقام دہلی رحلت کی
مومن	حکیم مومن خاں	نظم	۱۲۱۵ھ میں پیدا ہوئے۔ کوٹھے سے گر کر ۱۲۶۸ھ میں انتقال کیا
غالب	نجم الدولہ دبیر الملک مرزا اسد اللہ خاں	نظم و نثر	۱۲۱۲ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۲۸۵ھ میں وفات پائی
آتش	خواجہ حیدر علی	نظم	آبائی وطن دلی تھا خود لکھنؤ میں رہے اور یکایک ۱۲۶۲ھ میں فوت ہوئے
انیس	میر ببر علی	مرثیہ گوئی	میر حسن دہلوی کے پوتے تھے۔ ۲۹ شوال ۱۲۹۱ھ میں بمقام لکھنؤ رحلت کی
دبیر	مرزا سلامت علی	مرثیہ گوئی	خاندانی شاعر نہ تھے مگر خود فن میں کمال اجتہاد رکھتے تھے۔ ۲۹ محرم ۱۲۹۲ھ میں عمر ۷۰ سال رحلت کی
امن	میر امان دہلوی	نثر	۱۲۱۷ ہجری میں قصہ باغ و بہار یعنی چہار درویش کو تالیف کیا
افسوس	میر شیر علی	نثر	۱۲۱۹ھ میں آرائش محفل کی تصنیف کی
نیر رخشاں	نواب ضیاء الدین خاں	نظم	نواب احمد بخش خاں والی فیروزپور کے خلف اور مرزا غالب کے شاگرد رشید تھے ۱۲۹۵ھ تک بقید حیات تھے
شیفتہ	نواب مصطفی خاں	نظم	مصنف تذکرہ گلشن بیخار۔ فارسی میں حسرتی تخلص کرتے تھے ۱۲۸۶ھ میں فوت ہوئے
سر سید	آنریبل ڈاکٹر سر سید احمد خان بہادر	نثر	۱۸۱۷ء میں پیدا ہوئے اور ۸۱ برس کی عمر پا کر ۱۸۹۸ء میں وفات پائی
نذیر احمد	شمس العلماء حافظ ڈاکٹر نذیر احمد خان بہادر ایل ایل ڈی	نثر	تعزیرات ہند اور بہت سی اخلاقی اور مذہبی کتابیں اردو میں آپ کی یادگار ہیں اور بفضلہ تعالیٰ ابتک صحیح قائم ہیں۔ آپ کی سوانح عمری موسوم بہ "حیات النذیر" ہمارے عم مکرم سید افتخار عالم صاحب مارہروی لکھ رہے ہیں جو زیر طبع ہے۔
ذکاء اللہ	شمس العلماء خان بہادر مولوی ذکاء اللہ دہلوی	نثر	بہت سی تاریخی اور اخلاقی کتابیں اردو میں آپ کی تالیف سے موجود ہیں اور آپ بھی بحمد اللہ ابھی زندہ ہیں۔

محسن الملک	مولوی سید مہدی علی	نثر	خان بہادر محسن الدولہ محسن الملک - نواب منیر نواز جنگ ستارۂ ۔۔۔ ہے - ۹ دسمبر ۱۸۳۷ء میں پیدا ہوئے - اور ۱۶ اکتوبر ۱۹۰۷ء ۔۔۔
حالی	شمس العلما خواجہ الطاف حسین	نظم و نثر	وطن اصلی پانی پت - اخلاقی شاعری کے اردو زبان میں موجد ہیں - تالیفات اردو میں موجود ہیں -
آزاد	شمس العلما سید محمد حسین آزاد	نثر	۱۲۴۹ھ میں پیدا ہوئے اور جنوری ۱۹۱۰ء میں وفات پائی ان کے کمالات سے دنیا واقف ہے -
شبلی	شمس العلما مولوی شبلی نعمانی	نثر	ان کی فاضلانہ قابلیت اور تصانیف سے ہر شخص واقف ہے
داغ	نواب مرزا خان دہلوی	نظم	نواب فصیح الملک - دبیر الدولہ - ناظم یار جنگ جہان استاد وغیرہ خطاب پائے اور نیز شرف استادی نظام حاصل کیا - ۱۲۴۹ھ میں ۔۔۔ ۱۳۲۲ھ میں وفات پائی -
جلال	حکیم ضامن علی	نظم	مشہور و معروف قابل شاعر تھے شوال ۱۳۲۷ھ میں وفات ۔۔۔
امیر	منشی امیر احمد مینائی	نظم	حضرت شاہ مینا کی اولاد میں تھے - ولادت ۱۲۴۴ھ - وفات ۱۹۰۰ء
تسلیم	منشی امیر اللہ	نظم	یہ کہن سال بزرگ بھی بفضلہ تعالیٰ زندہ ہیں کئی دیوان ان کے چھپ ۔۔۔
بیان	سید محمد مرتضیٰ	نظم	میرٹھ کے رہنے والے تھے ہمہ گیر و قابل شاعر تھے چند سال ہوئے کہ وفات پائی
سید	مولوی سید احمد	نثر	فرہنگ آصفیہ اردو کی مکمل لغت انھیں کی تالیف ہے -
ناصر علی	خان بہادر میر ناصر علی	نثر	دلی کے شریف النسل بزرگ ہیں نثر خوب لکھتے ہیں - صلائے عام کے ایڈیٹر ۔۔۔
شرر	مولوی عبد الحلیم لکھنوی	نثر	اس زمانے کے مشہور ناول نگار ہیں -
محمد علی	حکیم محمد علی	نثر	ضلع ہردوئی میں آنریری مجسٹریٹ ہیں اور ناول نویسی میں شہرت یافتہ ہیں
شہباز	مولوی عبد الغفور	نثر و نظم	بڑی چلبلی اور قابل طبیعت پائی تھی - نظیر اکبر آبادی کی سوانح عمری ان کی قابلیت کا ادنیٰ ثبوت ہے - سال گذشتہ میں وفات پائی -
ریاض	سید ریاض احمد	نظم و نثر	امیر مینائی کے شاگردوں میں تمام شاگردوں سے افضل اور مجاز استاد ہیں
اثر	شمس العلما نواب امداد امام اثر	نظم و نثر	مسٹر علی امام جیسے فخر روزگار کے والد ماجد ہیں اور خود بڑے قابل ہیں -
سرشار	پنڈت رتن ناتھ کشمیری	نثر	فسانۂ آزاد کی کئی جلدیں آپ کی یادگار ہیں چند سال ہوئے کہ مرگ ناگہانی ۔۔۔ ہوئے -
عزیز مرزا	مولوی عزیز مرزا بی اے	نثر	مدرسۃ العلوم علی گڑھ کے قابل فخر قدیم تلامذہ میں ہیں حیدرآباد میں سال گذشتہ تک عہدہ ہائے جلیلہ پر ممتاز رہے اور اپنی خدمت کی بدولت مخدوم قوم بن رہے ہیں - اور آج اس ۔۔۔ صدر نشین ہیں -

بند (۹)

جانتا ہی تجھکو ہر شیریں سخن ہمسا لذیذ
ہو مُنہ میں شہد سے بھی بڑھکے تو گویا لذیذ

تیری باتوں کا ہوا اُردو مزا کچھ اور ہی
گرچہ ہوتا ہی بہت کچھ قند کا کوزا لذیذ

تم بتائیں فرق کچھ میں اور شیریں میں کیا
اُس کا ہر لقمہ مزے کا تیرا ہر فقرا لذیذ

نظم ہو یا نثر ہو مضمون ہو یا مثنوی
کر لینی ترکیب میں تیرا نہیں ٹکڑا لذیذ

جسطرح خوش ذائقہ لڈو ہوں چنے خوان میں
ہی نہیں تیری عبارت میں اک نقطا لذیذ

ہند میں جتنی زبانیں آج تک رائج ہوئیں
اُن میں تیرا سا کسی کو بھی نہیں دیکھا لذیذ

پر مجھے لذت کو تیری بھول سکتا ہی نہیں
کھا لیا ہو جسنے تیرا اک بھی لقما لذیذ

تیری باتیں میٹھی میٹھی تیرے فقرے نرم نرم
ناک ٹپکتا ہی تیرے سامنے حلوا لذیذ

زباں اُس ملک کی ہی آم ہوتا ہی جہاں
بامزہ کر سکتی ہی تجھکو یہ نسبت یا لذیذ؟

تیری لذت نے دکاں کھولی تھی انگلستان میں
ٹھاکرین وکٹوریا کو بھی ترا اسوا لذیذ

ازدواں تیرے نہیں سنتی ہیں چبا کر تیری بات
جسطرح ہوتا ہی خوش۔ کھا کر کوئی کھانا لذیذ

لطافت میں بولیاں جسطرح تیرے شیر خوار
تھن تلے کا دودھ بھی کوئی نہیں ایسا لذیذ

پہلے بھی تھی بدذائقہ وہ کچھ، مگر
ہاگلی ہی تجھسے ملکر اور بھی بھاشا لذیذ

سے لے کر ترا چاٹا کریں ہم کیوں نہ ہونٹھ
ہی اثر تیرا مزے کا ہی مزا تیرا لذیذ

اردوں [illegible] زبانیں ہیں مگر تیرے سوا
ہی ادب ہندی زبانوں کا یہاں اتنا لذیذ

بخشتی ہی ہر زباں کے لفظ کو کیا کیا شرف
لعل بن جاتا ہی گدڑی میں تری آکر خزف

بند (۱۱)

ں ہوتا ہی کھولوں آج سارے اپنے راز
مختصر ہی وقت لیکن اور افسانہ دراز

ے ملتی رہتی ہوں سب کو ملاتی رہتی ہوں
میں کسی سے بھی نہیں کرتی ذرا بھی احتراز

منہ مجکو لگایا میں اُسی کی ہو گئی
دوست ہوں دشمن ہوں سب سے مجکو حاصل ہے نیاز

ے الغرض مسلمان غیر ملکی لوگ تھے
ایک کا غزنی وطن تھا دوسرے کا گھر حجاز

بار اور ملکوں سے ہمیشہ کے لیے
ہند میں آ کے اگر رہتے تھے سب ترکتاز

ماں بادشاہ ہند میں بہت کرنے لگے
ہندوؤں نے بھی حکومت سے کیا پھر ساز باز

ہند و مسلمانوں میں اسدرجہ بڑھی
بیاہ شادی کا بھی ان میں ہو گیا باہم جواز

یہ صورت تھی تو پھر مجکو نہوتا کیوں عروج
جب یہ حالت تھی تو پھر میں کیوں نہ ہوتی سرفراز

ے سوز کیا تفرقہ بھی تھے مجھپر فدا
دونوں قوموں سے رہا کرتا تھا یکساں مجکو ناز

نے میں تعصب کی ہوا پھیلی نہ تھی
اک جگہ ہوتی تھی دونوں کی بہم پوجا نماز

جانتے تھے پاک وہ ہر چیز کو
یا ہو اُن کا مرگ چھالا یا ہو ان کی جانماز

ہر وقت میری بہتری کی فکر تھی
تھے وہ میرے واسطے جاں باتیں تھیں دلنواز

ہوا روادار اسکا کوئی بھی نہ تھا
نرم باتیں بھی تھیں سب کی دل بھی تھے سب کے گداز

مال بھی اچھی طرح کرتے تھے وہ
بولتے تھے برمحل ہر استعارہ ہر مجاز

ے وقت ہی کی کیوں گاتی راگنی
ناگوار اُن کو نہیں ہوتا تھا میرا کوئی ساز

گرچہ اب بھی ہر پڑھے لکھے کی ہوں دل سے مطیع
میری اُمیدوں کا دامن تھا مگر پہلے وسیع

بند (۱۲)

غدر (۱۸۵۷ء) سے پہلے کچھ نہ تھا مجکو ہراس
مولوی، شاعر، محرر، قصہ گو، کاپی نویس
گرچہ میرا ابتدائی وہ زمانہ تھا۔ مگر
جب سے آئی ہے گورنمنٹ وکٹوریا کی سلطنت
مدرسوں میں ہر جگہ میری پہنچ ہونے لگی
میری صورت خوب نکھری اور چمکا میرا ناس
بن گئی باقاعدہ میرے ادب کی صرف نحو
باوجود ان ساری باتوں کے یہ حیرت ہے مجھے
جو یہ کہتے ہیں نہیں یہ علمی زباں اُردو زباں
سنتی ہوں کرتے ہیں اکثر آجکل یہ اعتراض
یعنی اپنے پاس لفظوں کا ذخیرہ کچھ نہیں
یہ بھی ممکن ہے کہ ہو سچا یہ اُن کا اعتراض
ہو نہیں سکتا ہے سچا کوئی دعویٰ بے دلیل
جتنے لفظوں کا ذخیرہ جمع کر سکتی ہوں میں
ہر زباں کا وہ ہو سکتا ہے میری ملکیت

کیوں کہ تھا یہ اختلاف ایک اپنا ہی پاس
سب کی تھی میں نام لیا سب نے میرے روشناس
پڑ چکی تھی جا بجا میری ترقی کی اساس
اس لیے بہت ہی ترقی میں نے پائی بے قیاس
کورس میں بھی جا بجا میرا ہوا ہے اقتباس
جو پرانا ہو گیا تھا وہ بدل ڈالا لباس
پہلے بے سرمایہ تھی میں، اب ہے سب کچھ میرے پاس
میری صورت دیکھ کر ہوتی ہے کیوں لوگوں کو یاس
کچھ نظر آتا نہیں ہے اُن کو وہ ہیں سودا اس
ترجموں کی میر دنیا ہے نہیں بجھتی ہے پیاس
اس لیے ہر ترجمے کا میرے ہو جاتا ہے ناس
ہے مگر برعکس اسکے ایک میرا التماس
ایسے دعووں کو نہیں سنتا ہے کوئی باحواس
دوسری ہندی زبانوں میں کہاں اتنا نکاس
جس طرح ساغر۔ کٹورا۔ قدح۔ پیمانہ گلاس

رکھنی ہوں ہر لفظ میں پورا سلاست کا لحاظ
کیوں نہ رکھوں فرض ہو میرا فصاحت کا لحاظ

بند (١٣)

کس کا جو یہ کہتے ہیں کہ ہے کم میرے لفظوں کی معاش
یہ بیجا دعویٰ ہے کہ اُردو سے جو انگریزی کریں
اصطلاحیں سیکڑوں ایسی ملیں گی جن میں بھی
اک بات یہ ہے ہر زباں کی ساخت ہوتی ہے جدا
ہر ایک اُردو اور انگریزی پہ کیا ہے منحصر
دوسرے میں ایک کا مفہوم آ سکتا نہیں
جُدا ہے ایک کا وہ دوسرے میں ہے کہاں
گر غلط ہے یہ تو بسم اللہ ثابت کیجیے
ترجمہ لکھیے تو انگریزی میں اُردو شعر کا
کامیاب اصطلاح کچھ بھی آپ ہو جائیں اگر
میں کہے دیتی ہوں یکساں دو کبھی ہوتے نہیں
ہو نہیں سکتی ہے یکساں دو کی خاصیت کبھی
تھی طبیعت کس قدر اچھی دونوں کی جُدا
سچی باتیں کہہ رہی ہوں طعن کیوں کرنے لگی
جلد لو میری خبر اے میرے ملکی محسنو!

ترجمہ کر دیکھیں انگریزی زباں میں بھی وہ کاش
ترجمے کی مشکلوں کا پردہ سب ہو جائے فاش
کر نہیں سکتی ہے انگریزی زباں جن کی تراش
ایک کی ترکیب کچھ ہے دوسری کا کچھ قماش
ترجمے کا نیشتر کرتا ہے ہر دل میں خراش
ہیں غذا دونوں اگر کہتے ہیں کیک و لیے کو آش
کہنے کو غلے ہیں تینوں مونگ، گیہوں اور ماش
بحر کے اک قطعے پہ ہوں کوئی صفا آب پاش
کیجیے تو اصطلاحیں اپنی بولی میں تلاش
پھر خوشی سے کیجیے اُردو کے دل کو پاش پاش
کام آہنگر کا کیوں کر سکے گا بت تراش
گرچہ کچھ ہے ملتی جلتی کھیرے ککڑی کی قاش
داغ اور آزاد تھے گو دیکھنے میں خواجہ تاش
ہیں اگر کوسوں تو نکلے یا الٰہی میری لاش
ورنہ اس غم میں نہ ہو جاؤں کہیں صاحب فراش

گو نظر آتی ہے مجھ بیکس کی چھوٹی سی بساط
مجھ کو لیکن ہر زباں کے ساتھ ہے خاص اختلاط

بند (۱۴)

ہیں مقرر سے مخاطب آج سارے عام و خاص
اور میرے واسطے سب کر رہے ہیں کام خاص

کچھ نہیں شک اس میں سب کے سب ہیں میرے خیر خواہ
خوف ہے لیکن نہ عائد ہو کوئی الزام خاص

ہے اگر اس کام میں منظور کچھ اپنی نمود
تو نہ رکھا جائے میری آڑ میں اک نام خاص

اور اگر میری ہی خاطر ہے یہ ساری کائنات
تو نہ ہے قسمت یہ میرے حق میں ہے انعام خاص

اس خوشی پہ اس مسرت پہ اس اطمینان پر
کرتی ہوں تجویز صحت کا سبھوں کی جام خاص

ابتدا ہی آج جیسی گر نہیں کوشش رہی
تو ضرور اچھا نظر آئے گا اک انجام خاص

متفق کوشش ہوئی سب کی تو بیڑا پار ہے
ہے ترقی کے لیے میری یہی اک بام خاص

اختلاف آپس کا دنیا میں مچا دیتا ہے شور
یہ نہ ہوتا تو نہ ہوتا اس قدر کہرام خاص

کیا گناؤں میں کہ ہیں کتنے مرے نادان دوست
اور ہیں میرے مخالف کون کون اقوام خاص

بعض کہتے ہیں کہ ہو پنجاب سے اردو جدا
اور پنجابی زبان کا سب میں ہو اکرام خاص

کیا کہوں کس نے کیا یہ وار سر پر تول کے
جانتے ہیں جاننے والے یہ ہے ابہام خاص

ایسے کتوں سے تو کیا ہو آس لیکن شکر ہے
بے کسی پہ میری کرتے ہیں نظر حکام خاص

سنتی ہوں کی ہے حمایت میری مسلم لیگ نے
میں سمجھتی تھی کہ ہے غیبی یہ اک الہام خاص

کی بزرگوں نے جو مسلم لیگ کے میری مدد
تو مجھے امید ہے مل جائے گا آرام خاص

آج سے کل تک مناسب ہی نہو کچھ اور کام
میرے کاموں کے لیے ہیں وقف یہ ایام خاص

جب تلک اس جلسے میں ہیں کھولے رہوں اپنی بیاض
دوسری باتیں نہوں کچھ ورنہ ہوگا اعتراض

بند (۱۵)

ہے اس حالت سے پر ہے بس بھری ساری غرض — رہ نہ جائے باتوں باتوں میں کہیں بھاری غرض
ایسی کوشش کیجیے سمجھاؤں میں علمی زبان — ہے یہی اچھی تمنا ہے یہی پیاری غرض
میں نہیں کچھ اگر باقی نہ اپنا حال غیر — عرض کی ہے آپ سے میں نے بناچاری غرض
بے غرض باہم شناسائی کوئی کرتا نہیں — جوڑتی رہتی ہے ہر اک شخص سے یاری غرض
ہیں اپنے مطلب کے لیے سب بنا لیتے ہیں جھوٹ سچ — یوں سکھاتی ہے غرضمندوں کو مکاری غرض
جبر سے ہو مصلحت سے ہو کہ ہو اخلاص سے — ہے عجب نعمت زمانے میں ملنسا ری غرض
دوست ہوں یا دشمن ہوں مجکو ہے مطلب غرض — کام بنتا ہے جو رہتی ہے نہیں جاری غرض
کل مسلماں دوست ہیں یا دشمن ہیں ان کچھ زنار دار — اُن کا نوری مدعا ہے ان کی ہے ناری غرض
یکقلم لیکن نہ چھوڑیں گے ابھی مجکو یہ لوگ — رکھے گی پوشیدہ چندے اُن کی ہشیاری غرض
سب کو ہی معلوم ہو کچھ ان کے دلمیں راز ہے — گو ابھی کھلنے نہ دے گی اُن کی خودداری غرض
کچھ کریں لیکن گورنمنٹ انہیں ڈالے گی نہ ہاتھ — سلطنت کوئی ستا کرتی ہے بازاری غرض؟
ہند سے مجکو بدر کرنا کوئی آساں نہیں — کیوں کہ پوری ہوتی ہے ایسی بدشواری غرض
میرے ہی قالب میں اکثر ہند کے قانون ہیں — ساتھ میرے کیوں نہ وابستہ ہو سرکاری غرض
حامیوں نے میرے مجکو کر دیا حکام رس — لے گئی تھی مجکو دفتر تک یہ درباری غرض
اصل مطلب آپا دھاپی میں ہوا جاتا ہے فوت — کیا مصیبت میں پھنسی ہے میری بیچاری غرض

کوئی دنیا میں نہیں رکھتا کسی سے کچھ خلوص
اور ہے ہندوستاں میں یہ بلا تو بالخصوص

بند (١٦)

ہے فقط مجھکو نہ اک ہندوستاں سے ربط ضبط
راندن رہتا ہی باہم سب سے میرا لین دین
میری خلقت میں ہوا انس اگرچہ انس کا
مجھ سے یوں ملتا ہی ہندی، فارسی کا حرف حرف
اب بہت الفاظ وہ بھی ہر زباں کے مجھ میں ہیں
جسطرح رہتا ہی میرا ان سبھوں سے میل جول
کون ہو وہ جس سے دنیا میں نہیں کچھ میری بات
میں ہی بچوں یا نوس اپنے ہمنشینوں سے کس طرح
بتکدوں میں ہیں مرے چرچے مسجدوں میں میرا غوغا
کیوں نہ پہنچ جاؤں میں ہر بزم میں بے روک ٹوک
رہتی ہی یہ قوم انگریز میری خاطر داشت میں
خاک نظروں میں سمائے اُن کی اب یہ خاکسار
مجکو خود ان سے عداوت ہو یہ بالکل جھوٹ ہے
پوچھتا پھر بات بھی میری نہ دنیا میں کوئی
مختصر یہ ہی کہ دشمن ہی وہ اپنے ملک کا

بلکہ اصل ہے مجھے سارے جہاں سے ربط ضبط
ہی عرب سے میل مجکو اصفہاں سے ربط ضبط
سب کے ساتھ اس درجہ بڑھا پھر کہاں سے ربط ضبط
جیسے ہو اک دوست کو اک مہرباں سے ربط ضبط
بے تکلف سب کو ہی میرے بیاں سے ربط ضبط
کوئی پائے گا نہ ایسا میہماں سے ربط ضبط
ہر سخن سے رسم مجکو ہر جواں سے ربط ضبط
جسطرح رکھتے ہیں سب غنچے باغباں سے ربط ضبط
کچھ نہ کچھ رکھتی ہوں میں ہر آستاں سے ربط ضبط
کر لیا کرتی ہوں پیدا پاسباں سے ربط ضبط
کیوں نہ ہو سب سے سوا شعر خواں سے ربط ضبط
ہندوؤں کو کیا ہوا ماں سے ربط ضبط
اب یہ چھوٹے کیا نہ تھا ہر مہرباں سے ربط ضبط
گر نہ ہوتا ان کی ٹھاٹھ و دریاں سے ربط ضبط
ہو نہ رکھتا ہی ہر اک زباں سے ربط ضبط

ہی ہو یا یوں تو سب کے ساتھ جذبہ دل کا جوش
مجکو ہی دیکھا لیکن سب سے بڑھکر دل کا جوش

بند (۱۷)

وہ بشر کیا ہو نہ جسکو اپنی باتوں کا لحاظ
شاعروں کے ساتھ ہوں ممنون سیّد کی بھی
آڑے وقتوں میں وہ کام آئے تھے مرے
آ کرتے تھے سنہ ۶۷ میں میری دیکھ بھال
ان نگاہوں میں کوئی احسان محسن کش نہیں
انھیں لوگوں کی ہمت تھی وگرنہ آج کل
ہیں سبکدوش اُنکے احسانوں سے بھی ہرگز نہیں
جانتے تھے گو زبانیں دوسری بھی وہ مگر
اب بھی ہیں موجود ایسی قابلیت کے بزرگ
کون ہے حافظ نذیر احمد سے جو واقف نہ ہو
کون ہے آزاد کی جو نثر کا مائل نہیں
مولوی حالی، ذکاء اللہ، شبلی، یا شرر
وحشی سند کی ہستی بھی میری ہی مرکے شمار کو
اک زمانہ وہ تھا اور دل کا کیا جاتا تھا پاس
کر گئے میری حمایت جسقدر اگلے بزرگ

یاالٰہی خوش رہیں وہ جن کو ہے میرا لحاظ
اُن سے بڑھکر کرے گا اور کوئی کیا لحاظ
کیسی مشکل میں انھوں نے میرا فرمایا لحاظ
آج کرتی اسقدر میرا نہ اک دنیا لحاظ
جھوٹ کہتی ہوں؟ انھوں نے کیا نہیں رکھا لحاظ
پاس دنیا میں ہے کیا چیز اور ہے کیا لحاظ
اپنی تحریروں میں جو کرتے رہے پورا لحاظ
پھر آگئے کچھ نہ اوروں کا کیا اصلا لحاظ
جو ہمیشہ رکھتے ہیں میرا ہی سر تا پا لحاظ
کیا نہیں کرتی ہے میرا آپ کی انشا لحاظ
کون ہے جو اُن کی باتوں کا نہیں کرتا لحاظ
واقعی رکھتا ہے ان لوگوں میں ہر دانا لحاظ
ہر گھڑی کرتا تھا میرا ہی یہ متوالا لحاظ
اک زمانہ یہ ہے اپنا بھی نہیں گویا لحاظ
کون کرتا ہے کسی کا آجکل اتنا لحاظ

میری ہمدردی کا جتنا ہو رہا ہے آج پاس
کاش ہمدردی میں نہ اسکے کل نظر آئے ہراس

بند (۱۸)

لکھنؤ، دہلی کی شاہی کا ہوا جب انتزاع — ہو گیا کم میری خاطر جسقدر تھا اجتماع
ایشیائی علم میں اکثر کمی ہونے لگی — مغربی تہذیب سے ہونے لگا ہر اختراع
ایشیائی قاعدوں پر جو کہ تھی میری بنا — اس لیے اُن کی کمی سے کم ہوئی میری متاع
فارسی کے درس کی قلت نے پہنچایا ضرر — فرع پھر کیا رہ سکے جب اصل کا ہو انقطاع
میں جو کچھ یہ کہہ رہی ہوں واقعی ایسا ہی ہے — جتنے ماہر ہیں اُنھیں اسکی نہیں کب اطلاع ہے
فارسی کا سیکھنا خود ہی کیا ہے سب نے ترک — ورنہ ہوتا کیا حکومت کی طرف سے امتناع
اب بھی ناممکن نہیں کچھ۔ فکر کرنی چاہیے — کوئی مشکل پھر نہیں ہمت نہ ہارے گر شجاع
جوش آتا ہے نہایت مجکو بھی اپنے حال پر — جسطرح آتے ہیں صوفی وجد میں سُن کر سماع
اور کس کے سامنے لے جاؤں اپنی التجا — آپ ہی ہیں میرے رہبر آپ ہی میرے مطاع
کر لیا ہے سب کو قابو میں نئی تہذیب نے — ہر جگہ اس روشنی کی پائی جاتی ہے شعاع
دے کے اپنے لفظ کی ہے مہربانی مجھپہ بھی — کچھ نہ کچھ مجکو بھی حاصل ہو رہا ہے انتفاع
غیر ممکن ہے کہ محنت کا نتیجہ کچھ نہ ہو — ہو اگر کوشش تو حاصل ہو مجھے بھی ارتفاع
متفق ہو کر جو ہوں ہندو مسلماں مستعد — کیوں رہے کوئی خرابی کیوں رہے باقی نزاع
کم سے کم اُس کام پر جس میں ہو ملکی منفعت — ہے مناسب یہ کہ آپس میں کریں سب اتباع
ہو اگر چندہ مدد کو میری تو مشکل ہے کیا — جمع ہو سکتا ہے خرمن ہیں اگر ایک ایک صاع

ہوں بہت قانع ہوسناکی سے ہوں میں بے نیاز
خواہشوں کا میری، دامن ہے بہت تھوڑا دراز

بند (۱۹)

یا ہی اعجاز ہی اثر رکھتا ہی میر اخبار باغ
زمین ہی میرے سخن کا ہی عجب تفریح بخش
ہو خواہی سے میری باغ کی مٹی عبیر
استعاروں اصطلاحوں سے جہاں لیتی ہوں کام
میری تشبیہات کی ادنی کرامت ہی یہ ایک
بے حقیقت شی کو کرتی ہوں حقیقت آشنا
میں اگر چاہوں تو ذرے کو بنا دوں آفتاب
میں بھی کر لیتی ہوں غیر الفاظ کو اپنا یہیں
میں لے لیتی ہوں ہیئت اگر مجازی ہی
میں ہوں ان باتوں کی آمر اور رہبر ناموری میں
جو سمجھتے ہیں مجھے کم مایہ ہیں وہ نا سمجھ
ہی فرشتہ بھی جہاں عاری وہ گھاٹی ہی مری
میں یہ اپنی تعلی کے لیے کہتی نہیں
ہو چلن کیا سرد مہری سے کسی نادان کی
یوں ہی مانے یا نہ مانے کہدیا کہتا جو تھا

نغمہ زن بلبل کی صورت ہو یہاں آ کے جو زاغ
سیر ہے جسکی رہا کرتے ہیں شاعر باغ باغ
ہی چمن گلکاریوں سے میری ہی ہر ایک داغ
میں بنا دیتی ہوں لالہ اسکو جو ہوتا ہی داغ
ہنس بن جاتا ہی میرے باغ میں آ کر کلاغ (سودا ۱۲)
حق نما بنتا ہی میرے ہاتھ میں خالی ایاغ
ہو سوا خورشید سے روشن اندھیرے کا چراغ
جسطرح کرتا ہی انگریزوں کا مذہب اصطباغ
آئے گر اصطبل میں میرے تو ہو تازی الاغ (گدھا)
عام شاعر جیسے سودا - ذوق - غالب - میر - داغ
عمر بھر سیکھیں اگر تو بھی نہ حاصل ہو فراغ
پائے گا میرے لغت کا کوئی کیا پورا سراغ
جانتا ہی میرے یہ اوصاف ہر عالی دماغ
خاک ٹھنڈا ہو سکیگا اوس سے میرا اجاغ (چولھا ۱۲)
اور میرا خاص مطلب کچھ نہیں الا البلاغ

اس سے بڑھکر عرض کر سکتی نہیں میں زینہار
آپ ہیں مختار میرے اور میں بے اختیار

(۳۰)
بند

سچ یہ اُردو زباں کے ہیں یہ باتیں صاف صاف
سبکو اپنے ظرف کے لائق اُٹھا اک خاص جوش
پھر کیا یہ طے کہ بحثیں اور حجت چھوڑ دو
قول سے بہتر عمل ہے بس کیے جاؤ وہ کام
ہو گئے یہ طے مجلسیں قائم ہوئیں چاروں طرف
پہلے اُردو کی ترقی کو بنی وہ انجمن
گرچہ اُس کا ڈھانچ سنتے ہیں کہ قائم اب بھی ہے
مشتہر اُردو سبھا بھی اک ہوئی تھی حال میں
لیکن اُسکا نام ہی کانوں تک آکر رہ گیا
لکھنؤ، دہلی میں بھی ہیں مجلسیں دو اک، مگر
کر سکینگے کام ایسی انجمن میں خاک وہ
کام کرنے والا ہونا چاہیے قابل کوئی
مجلسیں قائم ہیں جتنی متفق ہو جائیں سب
ان اصولوں پر نہ رکھی کام کی بنیاد اگر
آج ہیں جس انجمن کی افتتاحی کوششیں

اتفاق آپس میں اک نے کیا بے اختلاف
اور اپنی غفلتوں کا بھی کیا خود اعتراف
ایسی باتوں سے یہ ڈر ہی ہونجائے لام کاف
جس میں تفرق ہو نہ باقی ہو نہ بیکار لاف
تاکہ اُردو کے لیے ہر بات کا ہو انکشاف
مولوی شبلی نے جسکے گرد فرمایا طواف
پڑ گیا ہی کس مپرسی سے مگر اُس پر غلاف
تھا مقاصد سے نہ جسکے کوئی بھی دانا خلاف
کام اُس کا کچھ نہ دیکھا، کیا ہوا وہ اتّصاف
شاید اُن میں آپ ہی تک کر رہی ہو اعتکاف
خیر ہے جن کا درست اتنا نہیں ہے شین قاف
اُسکی پروا کچھ نہیں سیّد ہو وہ یا نور باف
اب نہیں وہ وقت آپس میں جو ہر دم ہو مصاف
تو نہ چلنے پائے گا اک دن بھی، گستاخی معاف
آرزو ہے بند ہو کر کل نہ دے دل کو شگاف

کام کی باتوں کا ہونا چاہیے فوراً نفاذ
اتفاقاً کوئی رہ جائے تو ہے یہ بات شاذ

بند (۲۱)

دوسری قوموں سے لینا چاہیے ہم کو سبق
مدتوں رہتے ہیں منصوبوں میں ہم جس کام کے
دوسری قوموں کی محنت کا ہے گر ایک اتفاق
کیوں ہم میں رہا ہے جاں فشانی اُن کی سی
دیکھیے اُردو زباں کے ساتھ اُن پر جب سبھی
کر لیا ہے چندہ کتنا جمع ہندی کے لیے
ہندیوں کی ہے یہ حالت ورنہ یورپ کا عروج
کیا اُنھیں اس کامیابی پہ نہ ہوگی کچھ خوشی
ہم میں صالح عزم وہ ہے جوش اگر آئے ہمیں
کیا کریں لیکن کہ ہم میں اتفاق اصلا نہیں
ہمیں ہی یاں نتیجے پہنچاتی ہیں تکلیفیں ہمیں
جس طرح دنیا کی بازی گاہ میں ہم ہیں تباہ
ہم وہ غافل ہیں نہ چونکیں، خواہ کچھ ہوتا رہے
یاالٰہی کر مدد یہ بغض کی کائی پھٹے
گرچہ نافرمانیاں بے حد ہیں اپنی بھی - مگر

دیکھیے تو کر رہے ہیں کام وہ کیا کیا ادق
ختم کر دیتے ہیں جو دن میں وہ پاتے ہی رمق
جب یہ ہو مقصود پھر کیا نظم پھر کیسا نسق
کس کا آجاتا ہے سر سے پاؤں تک بہہ کر عرق
اپنی ہندی کے ادارہ کر چکے ہیں کتنے حق
لائی ہے دینے کو ایک ایک فرد بھر بھر کر طبق
گر سنیں کوئی تو روشن اُس پہ ہو جو وہ طلق
کیا ہمیں اپنی فلاکت پر نہ ہوگا کچھ قلق
خوف سے دہشت سے رنگ اپنے مخالف کا ہو فق
آج کل اجزا کا اپنے ہی جدا ایک اک ورق
کیا دکھائیں چاک ہے دل بھی کلیجا بھی ہے شق
یوں پراگندہ نہ ہوں گے گنجفے کے بھی ورق
چاند ڈوبے - پھر نکلے - صبح ہو پھولے شفق
ہے ترے نزدیک سب آسان یا ربّ الفلق
تیری رحمت کے لیے ہر حال میں ہیں ہم احق

چھوڑ دیں ہم متفق ہو کر اگر آپس کی ضد
پھر نہ ہوتے پائیں اپنی قوتیں بھی منفرد

بند (۲۲)

ہاں عبث اپنا زمانہ ہے نہ دشمن ہے فلک
جب تلک آپ اپنی مدد کرنے کے ہم عادی نہ ہوں
کام کے قابل کسی صورت نہیں وہ آدمی
بات کہکر گر عمل کرنے پہ آمادہ نہیں
کام کی عادت نہیں - باتیں بنانے کا مرض
اپنے عیبوں پر نظر ہوتی نہیں ہمکو کبھی
دیکھا دیکھی چاہے کچھ اعمال کر دیں - مگر
آدمیت بھی سلیقے کی نہیں آتی ہمیں
جب ہماری ہی یہ حالت تھا جب ہمارے ہیں یہ ڈھنگ
عادتیں اسلاف کی ہم نے مٹا دیں یک قلم
خصلتیں اوروں کی بھی بد ہیں - مگر وہ اسطرح
جیسے ہم پر - مگر ہوتا ہے جب ان کا اثر
کر سکیں گے خاک ایسے میں پھر یا کوئی کام
کام کرنے کے لیے قائم نہیں کوئی اصول
جب نکمے ہیں انھیں پروا ہو کیوں کر کام کی

اپنے ہاتھوں ہو رہے ہیں ہم ذلیل اسوقت تک
کوئی کر سکتا نہیں ایسوں کی دنیا میں کمک
جو چلے کاوا کے رستے - چھوڑ کر سیدھی سڑک
پھر ترقی میں ہماری کچھ رہے باقی نہ شک
اس میں پایا ہم نے تامل انھیں ہوتی ہے جھجک
دوسروں پر معترض ہوتے ہیں لیکن بے دھڑک
پھر نہ دیکھیں خواب بھی اسکا جہاں جھپکے پلک
ہے مگر خواہش یہ دل میں کہ پہنچائیں تلک
پھر نہ کیوں کر دیکھنے والوں کو ہم سے ہو کھٹک
کندہ جتنے نقش تھے دل پر ہمارے وہ چاک
اڑ رہے جیسے سفیدی دال میں جیسے نمک
پھر نہ دل میں پاس رہتا ہے نہ آنکھوں میں جھجک
چھوٹتی اک دم کو بھی منہ سے نہیں جنکے سٹک
جانچنے کے واسطے پاتے نہیں کوئی محک
قدر سورج کی بھلا کس طرح سمجھے شپرک

کچھ نئی نکلی نہ تھی جاپانیوں کے سر میں شاخ
ہو گئیں محنت سے پانی - تھیں جو راہیں سنگلاخ

(۳۳)

بند

لوگ گھبرائیں نہیں، بس ختم کرتا ہوں مقال
اور باقی رہ گئے ہیں چار چھ میرے خیال

یہ ہی ہے قائم انجمن مل جل کے جس واسطے
ہے یہی اس کا نتیجہ ہے یہی اسکا مآل

حملے جو اُردو زبان پہ ہو رہے ہیں آجکل
روکنے کی خاطر اُن کے اک بنائی جائے ڈھال

ساتھ ہی سب کے وہ تدبیریں بھی لائیں کام میں
جن سے اُردو کا ادب حاصل کرے پورا کمال

ہے کسر جن باتوں کی اب تک انھیں پورا کریں
ہے مضر اُردو کے حق میں اب زیادہ ڈھیل ڈھال

ہم سے اور وہ ہیں جتنے ملک میں اپنے بزرگ
اُن سے بھی امداد کی خواہش کریں ہم خستہ حال

وفد اپنا لے چلیں ہم ملک کے شاہنشاہ تک
کیوں کہ ہے اُسکی مدد سے ہر ترقی ہی نوال

مکتبوں میں مدرسوں میں کہہ دیں سیکھیں پڑھیں
ہو اگر نقصان کچھ اس میں کریں اس کی سنبھال

شاعروں کی شاعری پر بھی توجہ چاہیے
اُن سے چھٹ جائیں وہ مضموں جن میں پائیں ابتذال

بے ضرورت اجنبی الفاظ داخل ہوں اگر
اُن کا اُردو میں استعمال ہو بے دیکھ بھال

ملک میں اخبار پرچے جتنے پاتے ہیں شیوع
جانچنے کی طرح جانچیں اُن کی ساری بول چال

مجلسیں قائم ہیں جتنی اب تک اُردو کے لیے
اُن سبھوں کا ایک ہی مجلس سے کر دیں اتصال

تاکہ جتنی منفرد ہیں طاقتیں ہوں متفق
تاکہ مٹ جائے جو باہم ہو گیا ہے انفصال

سب سے پہلے متفق ہو کر کریں یہ کوششیں
دور ہو ہندو مسلمانوں کا باہم اشتعال

جی پہ اپنے ٹھان لیں گر سب تو کچھ مشکل نہیں
دل سے چاہیں سب اگر تو بات ہے کیا محال

گر نہ دیکھی جائے گی وقعت سے یہ سچی صلاح
پا نہیں سکتی ہے پھر اُردو زبان کچھ بھی فلاح

بند (۲۴)

اب یہاں سے پیش کرتے ہیں رزولیشن جو ہم — اُن میں ہی مطلب زیادہ اور ہی مضمون کم
ہے گورنمنٹ اپنی عادل ہم کو ہے اُس سے امید — وہ ہمارے حال پر فرمائے گی بے شک کرم
کی حمایت جسقدر اُردو زباں کی آج تک — وہ نہیں کچھ کم جو آسانی سے ہو جائے رقم
ملک سے اسکول ہر قصبے میں ہر اک شہر میں — کر دیے جاری کہ دنیا فیض پائے یکقلم
وہ کتابیں کورس میں اُردو کے داخل کی گئیں — تھے مطالب جن کے عالی جن کے مضموں تھے اہم
کی عدالت میں بھی داخل جا بجا اُردو زباں — حاکموں کے فیصلوں میں بھی چلا اُردو قلم
ہو گیا اُردو میں پھر قانون کا بھی ترجمہ — ہر جگہ سرکار نے اُردو کا پہنچایا قدم
کس رعایا کو ملی ہے سلطنت ایسی کہیں — کس نے حاکم اب تک ایسے پائے ہیں عالی ہمم
عدل پر اِس سلطنت کے ناز کرنا چاہیے — ایسے عادل ایسے منصف تھے نہ کسریٰ اور جم
اب ادب سے عرض کرنا چاہیے ہم کو یہ حال — ہند میں چاروں طرف اُردو کا جاری ہو علم
پہلے حاکم ہند میں آتے جو انگلستان سے — جانتے تھے کچھ نہ کچھ اُردو زباں وہ ذی حشم
ہندی اپنے دل کی باتیں اُن سے کہہ سکتے تھے سب — بے تکلف پھر سمجھ بھی لیتے تھے وہ محترم
اب جو حاکم آتے ہیں اُردو سمجھتے ہی نہیں — پھر ہو کس ترکیب سے بدلہ خیالوں کا بہم
ہم کہیں اُن سے کہ ہم ہیں ایک نقارے کی قسم — اجنبیت سے وہ سمجھیں ہیں بغاوت کا یہ کم
اجنبیت جبکہ حاکم کو یہ ہو محکوم سے — پھر نہ ہو کس طرح بے چاری رعایا متہم

ہو اگر یہ عام شاہی حکم تو ہے کیا حرج
سیکھ کر اُردو زباں آئیں کلکٹر اور جج

یادگار شرر

ازتصانیف منشی محمد ارتضا علی صاحب شرر کاکوروی تلمیذ

نواب فصیح الملک بہادر داغ دہلوی

مترجم

مضامین اڈیسن وغیرہ

مؤلف

ارمغان اودھ

مصنف

ارمغان احباب وغیرہ وغیرہ

مطبع شام اودھ واقع پل چھاؤلال لکھنؤ میں چھپی

۱۸۹۲ء
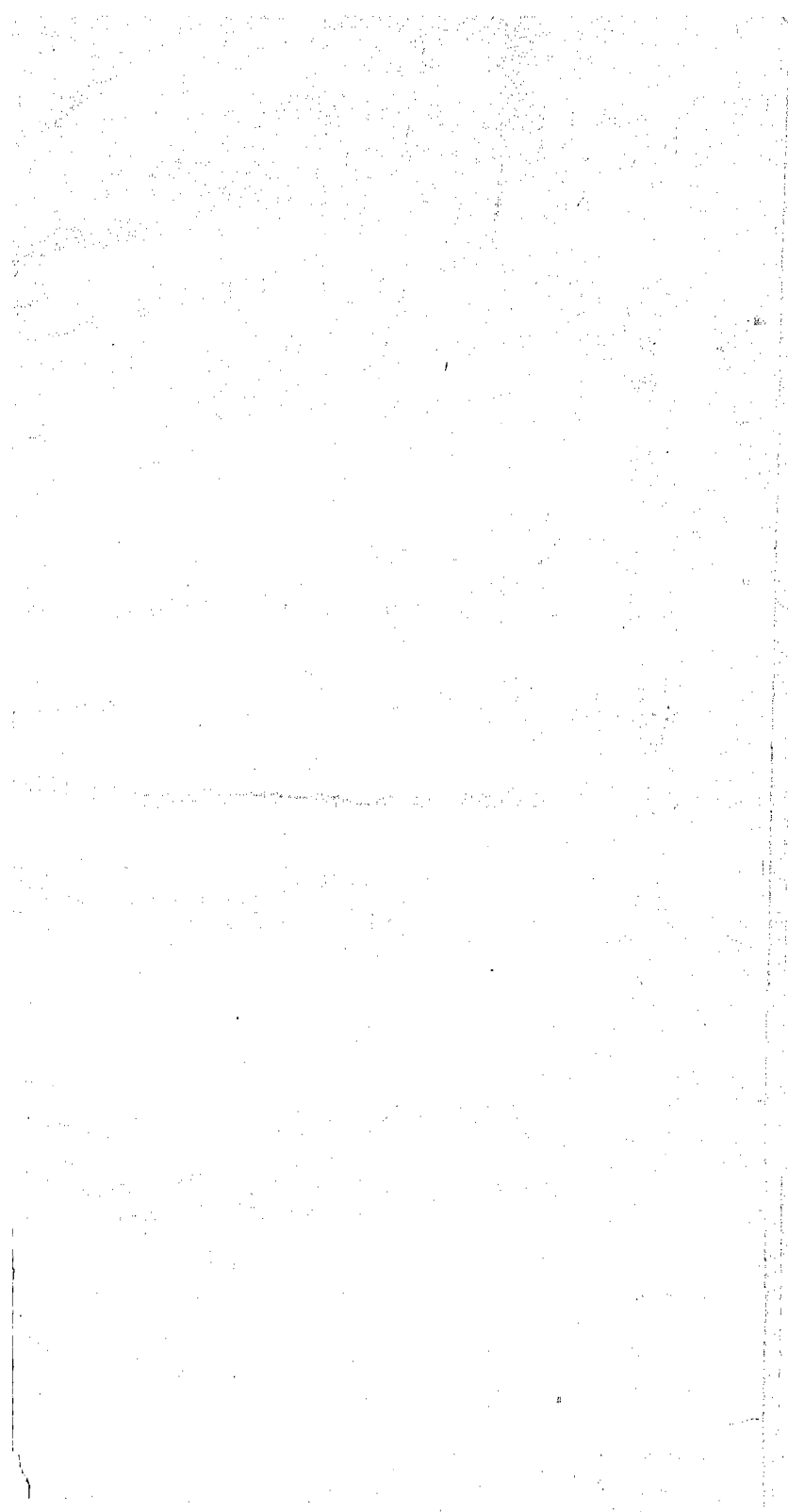
بنام نامی

قدردان شعر و سخن جوہر شناس علم و فن والا دودمان

نواب محمد مزمل اللہ خان صاحب بہادر تعلقہ دار

بھیکن پور ضلع علی گڈھ ممالک مغربی و شمالی

خادم قدیم

نے

باظہار عقیدت و احسانمندی اس ناچیز مجموعہ کو

بعد حصول اجازت

معنون کیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نصیحت

فروری سنہ ۱۸۹۹ء مین بعض روشن خیال دوستون نے ایک لٹریری کلب قایم کرنیکی تجویز اور مجھسے یہ خواہش کی تھی کہ مین جلسہ افتتاح کلب مین کوئی نظم پڑھون- اس درخواست نے میرے دلمین ایک قسم کی گدگدی سی پیدا کردی- مین نے اس موقع کو غنیمت جانا اور اپنے ان خیالات کے اظہار کی فکر کی جو مدت سے میرے دلکو بے چین کر رہی تھی لیکن افسوس ہے کہ ان خیالات کو ہسے صرف زبان قلم تک آنا نصیب ہوا- جلسہ افتتاح کیسا بوجوہات کلب قایم کرنیکی مبارک تجویز ہی ملتوی ہوئی اور بدقسمتی سے ہنوز حالت التوا مین ہے اور رہے گی- انتظار کی زحمت کہانتک اُٹھائی جاتی- اب مین اس مسدس کو مودبانہ گذارش کے ساتھ جوہر شناس پبلک کے سامنے پیش کرتا ہون کہ جہان کہین لغزش پائین معاف فرمائین کیونکہ ہمونکی اندوہناک حالت کے اظہار مین نزاکت بیان اور ترتیب لفظی کا خیال کہنا ہی بناوٹ ہے

فصل گل رخصت ہوئی آئی گلستان مین خزان	بلبلان چہچہہ زن ہر طرف ہین نوحہ خوان

شاخ ہے بے زیورِ گل مثلِ دستِ بیوگان
شہر ہے یا ہوگئی ہے خشک چشمِ عاشقان

فصلِ دے کے آتی ہی کیسی اداسی چھا گئی!
موسمِ گل کیا گیا گلشن پہ آفت آ گئی!

فصلِ گل کے ساتھ رخصت ہوگئی دل بستگی
دم خفا سینے کے اندر اور گھبراتا ہے جی

اپنی تو حالت قلب کی ہی اور سے کچھ اور ہی
آہ ہی اب اُن لبوں پر جن پہ آتی تھی ہنسی

بلبلِ افسردہ کی صورت ہی اپنا دل اُداس
منتشر اوراقِ گل کی طرح ہیں اپنے حواس

فصلِ دے میں رخ کریں کیا باغ و بستان کی طرف
تو چلے جاتے ہیں ہم شہرِ خموشان کی طرف

دیکھتے ہیں یاس سے گورِ عزیزان کی طرف
کشتگانِ حسرت و اندوہ و حرمان کی طرف

اس شہر پر جاتے ہیں ہم انکی زیارت کے لیے
خاک جنکی طوطیا ہے چشمِ عبرت کے لیے

واہ کیا عبرت فزا شہرِ عدم آباد ہے
جو یہاں آیا غمِ دنیا سے وہ آزاد ہے

جس سے ظاہر ہے کہ قصرِ عمر بے بنیاد ہے
جو وہاں ناشاد رہتا تھا یہاں وہ شاد ہے

رہ نوردانِ عدم کی پہلی منزل ہے یہی
کشتیِ عمرِ رواں کا پہلا ساحل ہے یہی

ہے کہیں عبرت فزا قبروں میں خاکِ مہوشان!
تازہ کفنائی ہوئی رکھی ہے نعشِ نوجوان!

قبر کے باہر پڑے ہیں عاشقوں کے استخوان
جن پہ حسرت کا ہی ماتم بیکسی ہے نوحہ خوان!

آ رہی ہے ہر طرف سے یہ صدائے دردناک!
خاک سے پیدا ہوئے تھے ہوگئے آخر کو خاک!

اک طرف خوابِ عدم میں ماہرانِ علم و فن
شمعِ علم و فضل و دانش رونقِ ہر انجمن

شاعرانِ معتبر مشہور ہے جنکا سخن
بزمِ ہستی کو تھا نہ ان پہ ناز تھے فخرِ زمن

جنسے عزت تھی ہوئے ہین خاک اُنکے استخوان
کچھ دنوں مین خاک کا بھی ہم بنا ئینگے نشان

واے حسرت تھے کبھی ہم لوگ بھی اہل کمال
تھے بلیغ و با فصاحت با مذاق و خوش مقال

علم مین بی مثل تھے اور فضل مین بھی بیمثال
نیک سیرت نیک صورت نیک دل نازک خیال

ہم نے قربان کر دیا تھا مال و دولت علم پر
آگئی تھی اُن دنون اپنی طبیعت علم پر

زور رکھتے تھے قلم کیطرح جسے تلوار مین
کرسی عزت تھی حاصل شاہ کے دربار مین

سر عدو کا ہم اڑا دیتے تھے پہلے وار مین
ہمنشین تھے صدنشین انگریز کی سرکار مین

اپنی آنکھون پر بیٹھایا سب نے ابرو کیطرح
سر چڑھایا سروروں نے ہمکو گیسو کیطرح

تھا حروف دور کیصورت جدا ہمسے نفاق
خون تھا اپنی رگونمین باہم اپنا اتفاق

کینہ و بغض و حسد تینوں تھے سب بالائے طاق
ذوق ہمدردی تھا جبتک خوب تھا اپنا مذاق

وقت پڑتا تھا اگر کوئی تو ہم سب ایک تھے
بات یہ تھی اُن دنون جو لوگ تھے سب نیک تھے

کبر و نخوت کا ہمی رشک و حسد پہلے نہ تھا
تھا نہ کچھ بھی پاس اپنے علم و دولت کے سوا

ڈھونڈھنے سے بھی کسی مین ملتا نہ تھا انکا پتا
برکتین ہمکو ملی تھین ہمسے راضی تھا خدا

با مروت با سخاوت باحوصلہ روشن خیال
ہم بہت کچھ تھے کبھی ہرگز نہ تھا اپنا یہ حال

گھٹ گئی توقیر جتنی تھی جو نخوت بڑھ گئی
گھٹ گئی وہ آبرو جھوٹی مشیخت بڑھ گئی

کم ہوئی دولت ہماری اور نکبت بڑھ گئی
ساری رسوائی شہر بھر گئی بدولت بڑھ گئی

خوبیان رم کر گئین افسوس آہو کیطرح
چشم عزت سے گرے ہم لوگ آنسو کیطرح

ہاتھہ اُٹھایا علم سے کی ہمنے غفلت اختیار
گر نصیحت کیجیے ہوتا ہے ہمکو ناگوار
پڑھنے اب سکول مین جانے لگے لونڈے چمار
الغرض ہے کاہلی پر آجکل دارومدار
روٹیان کھانیکو ملتی ہین طبیعت سیر ہے
سوجھتا کچھہ بھی نہین ہمکو عجب اندھیر ہے

شہرتِ اسلاف پر ہے ناز بالکل ناروا
جد و آبا تھے اگر سلطان ہم تو ہین گدا
ہم کرین کچھہ نام پیدا ہمکو ہمت دے خدا
حال کے معنی جدا ہین اور ماضی کے جدا
اہل عالم مین ہمین ممتاز ہونا چاہیے
ہمکو خلف ہونے پہ اپنے ناز ہونا چاہیے

مدرسہ مین ہم پڑہین کیا ہے شعار اہل دین
ہے ابھی تھوڑی سی باقی پے ادائی دین
علم انگریزی کے پڑھنے سے ہنوز کافر نہین
پیچ کھائینگے انسے اسکول جانیکے نہین
خوے بد کیواسطے حیلے ملین گے بے حساب
الغرض ہم ہاتھہ مین لین گے نہ بھولے سے کتاب

علم انگریزی تو یون چھوٹا رہا اب علم دین
کاہلی نے کردیا ہو یہ ہمارے دل نشین
اسکو ہم کیونکر پڑہین محنت کی عادت ہی نہین
بخشدیگا ہے بڑا غفار عالم آفرین
رہ گئے جیسے کہ تھے ہم دین و دنیا چھوڑ کر
ہو گئے گمراہ راہِ عقل سے منہ موڑ کر

کام چل سکتا نہین اس سلطنت مین بیگمان
ہو اگر ہمت تو دین بی اے ایم اے کے امتحان
فرض ہے ہمپر کہ سیکھین اپنے سلطان کی زبان
ہان مگر باقی ہین اسلام کے ہم مین نشان
ہم جو انگریزی پڑھین تو جاہ و ثروت کے لیے
خالی عزت ہی نہین دنیا مین دولت کیلیے

خیر اب تک جو ہوا اسکو سمجھہ لین ما مضےٰ
علم کے جانب ذرا مصروف ہون بہر خدا

خواب غفلت سے اٹھیں کچھ بھی اب آتا ہے کیا
کس طرف کی چل رہی ہے باغ عالم میں ہوا

جو شب عیش و طرب تھی وہ گزر جانیکو ہے
جس نشے میں چور تھے اب وہ اتر جانیکو ہے

لمپ روشن ہیں جہاں جلتے تھے مٹی کے چراغ
مغربی فیشن کے بنوائے گئے ہیں جابجا باغ
کہربائی روشنی سے ماہ میں آیا ہے داغ
اور ہی ہے بوئے گلشن اور ہیں پتو و باغ

منکران ہیں کہاں آنکھیں کھولکر دیکھو ذرا
ہاں سنبھالو اپنی حالت کو بس اب بہر خدا

اس زمانے میں شرافت ہے اسی سے بالیقین
نوکری کی فکر میں ہم لوگ جاتے ہیں کہیں
پڑھ کے انگریزی ہوئے سب جلالت گردون نشین
پوچھتے ہیں ہم سے انگریزی پڑھی ہے یا نہیں

مغربی تعلیم پر ہے آجکل دار و مدار
مشرقی تعلیم کا اب وہ نہیں عز و وقار

منصفی ہے شرط کہدو عام حالت ہے وہی
ہے وہی ثروت تمہاری اور دولت ہے وہی
مطمئن ہیں دل تمہارے اور فراغت ہے وہی
ہے وہی اگلی وجاہت اور عزت ہے وہی

دو اگر خوش ہیں تو وہ افلاس میں ہیں مبتلا
جنکو اب دو روٹیونکا بھی نہیں ہے آسرا

جب سے دولت ہاتھ آئی تھی وہ جوہر ہے کہاں
ہے اگر دولت غریبوں پر ہو اب بھی گران
ہیں تمھیں کچھ یاد کہہ سکتے ہو تم اسکا نشان
کیا ہلا دیتی ہے دل سینے میں آہ بیکسان

جب وہ ہمدردی نہیں باقی مروت ہی نہیں
لاکھ دولت ہو تو کیا ہے جبکہ ہمت ہی نہیں

اپنے جلسوں کو اگر دیکھو تو ہے کچھ اور رنگ
فحش بکنے سے کہاں ہے عار ہمکو کب ہے ننگ
ہم مذاق ایسا کرینگے ہے نتیجہ جسکا جنگ
ہیں نرالی خصلتیں اپنی نرالے اپنے ڈھنگ

علم کا ذکر آئے کیون ہین ہنسی کیواسطے
واہ ہم پیدا ہوئے ہین دل لگی کیواسطے

اب مناسب ہے کرین اخلاق کی اصلاح ہم
خاص اس مبحث پہ اک مضمون عمدہ ہو رقم

کام لین ہمت سے اب ہن اوچہین کہین قلم
جسکا اثر الفاظ با معنی ہون سب [illegible]

جس طرح سے ہوسکے اصلاح کے سامان ہین
مشکلین جتنی پڑی ہین اجکل آسان ہین

گھر پہ بیٹھین تو نہ کھیلین گنجفہ شطرنج تاش
چھوڑ دین ایسی کہ ہین جو باتین [illegible]

بلکہ ہم پڑھین کتابین اچھی سی کیکے تلاش
ذکر ہو تو ذکر علمی فکر تو فکر معاش

وقت ہاتھ آئے اٹھائین فائدہ اس سے ضرور
رکھتے ہین اسپر عمل سب عاقلان ذی شعور

ہین کتب بینی کے دنیا مین فوائد بیشمار
ایک مضمون کو اگر تم دل سے دیکھو ایکبار

خود ہی کھل جائینگے تم اسکو کرو تو اختیار
اور پھر سوچو ذرا لکھتا ہے کیا نامہ نگار

لطف مضمون آئے تمکو غور سے گر کام لو
میرا ذمہ پھر جو اسکے چھوڑنے کا نام لو

کاہلی سے باز آؤ کاہلی اچھی نہین
یہ بری صحبت جو اپنی ہے کبھی اچھی نہین

ہے اگر بیکار تو وہ زندگی اچھی نہین
یہ ہنسی اچھی نہین یہ دل لگی اچھی نہین

آئے ہین دنیا مین ہم کچھ نام کرنیکے لیے
گنبد گردان کے نیچے کام کرنیکے لیے

ہان اٹھو بیدار ہو جاؤ نہین سونیکا وقت
چھوڑ دو ہنسنا ہنسانا اب ہے رونیکا وقت

ہان غنیمت جان لو اسکو نہین کھونے کا وقت
اب ہے اشک پشیمانی سے منہ دھونیکا وقت

صبح ہوتی ہے چھپا جاتا ہے وہ بدر کمال
آہ واحسرت ہوا جاتا ہے اب کچھ اور حال

علم ہے جوہر ہمارا اسکو کیون کھوتے ہین ہم
جہل سے کیے جاتے ہین کیون نقصان کیا ہے ستم
کیون نہین ہوتا ہے ایسی چیز کے جانے کا غم
بیٹھے بیٹھے کیا ہوا ہمکو ابھی تو تھے ہم

شوق علمی ہو گیا کافور ہے کیا یہ غضب
کیون نہین کرتے ہین پیدا پھر اسے ہم سب کے سب

کیا خلف ہونے کی ہمکو آرزو باقی نہین
ہمکو عادت تھی حیا کی اب وہ خو باقی نہین
چادر غیرت نہین کیا جاے رفو باقی نہین
کیا رگون مین اپنے اب بھی وہ لہو باقی نہین

یاد سے جاتے رہے ہین کیا بزرگان کہن
شہرہ آفاق تھا دنیا مین جنکا علم و فن

جا کے دیکھین مقبرون مین جو رہے ہین وہان
وہ چھپے ہین قبر مین اور فضل انکا ہے عیان
اپنی عبرت کے لیے کافی ہین انکے استخوان
اور ہے باقی یہ انکے علم انکا تو جوان

علم کو حاصل کرین اور ویسے ہی ہو جائین ہم
غرق ہون تحصیل مین ایسے کہ بس کھو جائین ہم

علم ہے سرمایہ فخر و شرف جاہ و وقار
مال و زر سب علم کی تحصیل پر کر دین نثار
علم سے ہم تھے معزز علم تھا عز و وقار
زر نہو تو جان و دل آرام و آسایش قرار

تا رود عہد خزان آید بہار باغ ما
گل بخندد نغمہ پیرا اید ہزار باغ ما

خواب عبرت

نظم ذیل محمڈن ایجوکیشنل کانگرس کے اجلاس چہارم منعقدہ ماہ دسمبر ۱۸۸۹ع مین بمقام اسٹریچی ہال واقعہ بورڈنگ ہاوس ام-اے-او کالج علیگڈھ پڑھی گئی تھی جبکو پڑھی گئی وہ شب یاد تھی - اور باجازت آنریبل ڈاکٹر سر سید احمد خان صاحب بہادر کے-سی-ایس-آئی- ال ال ڈی سکرٹری کانفرنس اس مجموعہ مین شامل کی گئی

چاندنی رات تھی کل سیر فلک کے میدان ۔ کہ سر شام سے تھا صبح منور کا گمان
سطح غبرے پہ تھا اسطرح پڑا عکس قمر ۔ صاف دھوئی ہوئی جسطرح بچھی ہو چادر
عالم نور وہ ہر شے پہ نظر آتا تھا ۔ جلوہ تابش خورشید کو شرماتا تھا
چرخ پہ عقد ثریا کی نمایاں تھی بہار ۔ جسطرح گردش مہوش مین جڑاؤ کوئی ہار
منتشر چرخ پہ ہر ایک طرف تھے اختر ۔ جسطرح ہار کے ٹوٹے ہوئے موتی اکثر
کہکشان اور ستاروں کا عجب تھا نقشا ۔ نیلی مخمل پہ بنا کام تھا زردوزی کا
قابل سیر تھا دریا شب مہتاب مین کل ۔ خانۂ آب تھا پرتاب کہ تھا شیش محل
آب دریا تھا شب ماہ مین یون پرشکن ۔ چہرۂ حور پہ جسطرح سے زلفون کی شکن
چاندنی رات سے پیدا تھی مزے کی خنکی ۔ اور دلہن کیطرح آہستہ ہوا چلتی تھی
دیر تک مین نے یہ قدرت کا تماشا دیکھا ۔ صنعت صانع معبود کا نقشا دیکھا
چاندنی دیکھکے اسطرح کی فرحت پائی ۔ دیکھتے دیکھتے آنکھون مین مری نیند آئی
خواب مین کہہ نہین سکتا مگر اک غفلت تھی ۔ خواب اصلی نہین نقلی کی سی کیفیت تھی
سرزمین ایک نظر آئی نہایت آباد ۔ پر فضا روح فزا دلکش و دلچسپ سواد
وہ عمارت نظر آتی تھی وہ قصر و ایوان ۔ منفعل جنکی بلندی سے سپہر گردان
خانقاہین تھین مساجد تھی کہین دار علوم ۔ حق پرستون کا رہا کرتا تھا ہر وقت ہجوم
اللہ اللہ وہ ذکر احدی ورد زبان ۔ دیکھکر شغل کو تھے جن و ملایک حیران
انکی تسبیح کا ہوتا تھا فلک پر چرچا ۔ انکی توصیف مین ہوتے تھے ملایک گویا
خانۂ حق کی سجاوٹ کا کرون کیا مین بیان ۔ خامہ معذور ہے تحریر سے قاصر ہے زبان
سرو قد تھے وہ اقامت مین ستون یا مینار ۔ جسطرح آگے جماعت مین کھڑے ہون بیدار
طاعت ایزد باری مین جھکی تھی محراب ۔ پر وہ سجدے کے لئے گرتے تھے ہو کر بیتاب
در و دیوار سے تھا نور الٰہی کا ظہور ۔ تھا لب فرش مساجد پہ خدا کا مذکور

خطبہ و وعظ کا ہوتا تھا جو پیہم چرچا
مدرسون مین تھی وہان کثرت تعلیم علوم
فلسفہ منطق و اشعار و ریاضی حکمت
فقہ مین اور عقائد مین تھا ہر اک کامل
جتنے اس شہر مین رہتے تھے بہت تھے خوشحال
نیک تھے انکے خیالات چلن اچھا تھا
حضرت سرور عالم کی شریعت جاری
بے غرض منصف و عادل تھے وہان کے قاضی
چوڑے چوڑے تھے اس شہر مین بازار تمام
بیچنے والے تھے ایمان پہ اپنے محکم
اچھی نیت کا یہ پھل تھا کہ ہمیشہ دولت
کارخانے تھے وہان صنعت و حرفت کے تمام
دستکاری تھی زمانے مین انکی روشن
نزہت افزا و طرب خیز وہان کے سب باغ
بوے گلشن تھی کہ چلتی تھی وہان عنبر و عود
روز رہتی تھی جوانان چمن مین اک عید
جھومتے تھے سر وحدت کو پیے سب اشجار
پھل تھے سب اپنے عقیدے مین نہایت پختہ
لب جو سبزے کے سونے کا عجب تھا انداز
ننھے ننھے سے تھا نیرنگی قدرت کا ظہور
صحن گلشن مین بپا شور جوانان چمن

فخر سے عرش معلی پہ سر منبر تھا
طلبہ کا ہی رہا کرتا تھا ہر وقت ہجوم
تھی معانی و احادیث کی کیا کیا کثرت
انھین ہر چون مین بہلتا تھا وہان سب کا دل
جانتے ہی نہ تھے کہتے ہین کسے رنج و ملال
برکتین انکی تھین راضی تھا بہت ان سے خدا
ظالم و فاسق و فاجر پہ تھی ہیبت طاری
فیصلے وہ کہ فریقین تھے جن سے راضی
جہان بکتے تھے تجارت کے سب اجناس تمام
لینے والے تھے مسلمان بڑے نیک شیم
گنج قارون کی کھاتی تھی انھین کیفیت
کام ایسا تھا کہ دنیا نے نہ دیکھا ہو وہ کام
دیکھکر دنگ تھے سب اہل فرانس و لندن
سر و تازہ ہو جنھین دیکھکے عالم کا دماغ
جب ہوا آتی تھی پڑھتی ہوئی آتی تھی درود
جنبش برگ سے آتی تھی صدا ے توحید
ڈالیان جھکتی تھین سجدے کو زمین پر ہر بار
دیکھکر جنکو ہوئے سب اہل عقیدت ششدر
سو گئے خضر تھے پا کر کے وضو پڑھتے نماز
آتش رنگ سے عیان ہوتے تھے وان جلوۂ طور
گا رہے تھے عجب انداز سے مرغان چمن

بادۂ عیش سے لبریز تھا لالہ کا ایاغ — نشہ ایسا تھا کہ ہر ایک کا مختل تھا دماغ
دفعتاً آنکھ سے غائب ہوئی وہ باغ و بہار — خواب نوشین سے ہوئی مردم دیدہ بیدار
خانقاہین نظر آتین نہ وہ مسجد نہ وہ باغ — نہ وہ غنچہ نہ وہ گل اور نہ وہ لالہ کا ایاغ
نہ مسلمانون کی دولت نہ وہ ثروت نہ علوم — نہ وہ اسکول نہ وہ درس نہ لڑکون کا ہجوم
نام اسلام کا باقی ہے کہان اب اسلام — اور وہ نام بھی افسوس ہوا ہے بدنام
جاہ و اقبال گیا رہ گئی نکبت باقی — عیش و عشرت کی جگہ حسرت و عسرت باقی
بیکسی برستی ہے رہتے تھے جہان شاہ جہان — ہو کے میدان ہوئے ہائے وہ قصر و ایوان
مل گئی خاک مین وہ عظمت و ثروت بالکل — ہو گئی شمع شبستان جہان بانی گل
تخت سلطان تھا جہان خاک کا انبار ہے وہان — اب تو ڈھونڈھے سے بھی ملتا نہین شاہی کا نشان
چرخ نے ظلم کیا رنگ یہ لائی تقدیر — مانگنے بھیک لگے جو تھے زمانے مین امیر
دانہ دانہ کو ہوئی قوم ہماری محتاج — لیکن افسوس ابھی ہے وہی شاہانہ مزاج
نہین جاتی ہے امیری کی ابھی بو ہے وہی — ہے وہی طرز وہی رنگ ابھی خو ہے وہی
باز اسراف سے آئے نہ اگر قرض ملے — گنج قارون بھی کرے صرف جو بالفرض ملے
ناچ گانے مین ابھی لاکھ کا گھر خاک کرے — کچھ پس و پیش نہ ہو جیب نہ کچھ باک کرے
اور افسوس یہ اس پر ہے کہ غفلت ہے وہی — طلب علم و کمالات سے نفرت ہے وہی
ہو گیا علم مسلمانون سے بالکل معدوم — معنئے علم جو پوچھو تو نہون گے معلوم
اپنے ہاتھون سے مٹے آپ حماقت دیکھو — اور اب تک ہے ہماری وہی غفلت دیکھو
ہائے ہمت وہ کہان ہے وہ حمیت ہے کہان — جوش زن کیون نہین سینے مین وہ غیرت ہے کہان
ہے ابھی خیر خبردار سنبھل جا اے قوم — پیچھے رہنا تو نہین خوب نکل جا اے قوم
شکر کر قوم کہ سید سا ہے ترا پشت و پناہ — پیر با دانش و تدبیر حقیقت آگاہ
جسنے لی سارے زمانے کی برائی سر پر — بھیک بھی مانگی ترے واسطے جسنے در در

سچے دل سے ترا ہمدرد ترا خیر طلب
جسکو ہے تیری ترقی سے ہمیشہ مطلب

ناخدا ہی تری کشتی کا وہی ہی ملاح
ایسے طوفان مین دیتا ہی تجھے نیک صلاح

تجھکو تدبیر بتاتا ہی ذرا چل اُس پر
صاف کھل جائیگا ای قوم تجھے نفع و ضرر

زر تو کیا مال نہین جان مٹانے والا
خود بگڑ کر تجھے اے قوم بنانے والا

خاک ذلت سے اُٹھائے تجھے بالا کردے
تجھ مین کھوئی ہوئی جو بات ہی پیدا کردے

اسکی تقریر نے اک دھوم مچا دی ہر سو
اسکی تحریر ہوئی اپنے اثر مین جادو

نور سے اُسکے منور ہین یہ دیوار یہ در
یہ چمکتے نظر آتے ہین اسی کے جوہر

اسکی تحریک سے پنجاب کو جوش آیا ہے
اسکی تحریک سے بیہوشون کو ہوش آیا ہے

جسنے غفلت کو سولایا ہے یہ وہ سید ہے
جسنے سوتون کو جگایا ہی یہ وہ سید ہے

تیرے ہی واسطے دلی سا وطن چھوڑا ہے
تیری ہی فکر مین بلبل نے چمن چھوڑا ہے

گر کوئی غم ہی زمانے مین اُسے غم ہے ترا
اُسکے گھر مین کوئی ماتم ہی وہ ماتم ہے ترا

تیرے ہی غم مین ہوا پیر ہوئے بال سفید
زندہ رکھتی ہے اُسے تیری ترقی کی امید

شرم رکھ اُسکی بڑھاپے کی خبردار ہو اب
دیکھ کیا وقت ہے کیا حال ہے ہشیار ہو اب

طلب علم مین سستی نہ کر ای قوم تباہ
جادۂ علم سے ای قوم نہ ہو اب گمراہ

پھر وہی اپنا زمانے مین بجاوے ڈنکا
پھر اسی طرح سے دم بھرنے لگین سب تیرا

علم ہی سے تری عزت ہی تری عظمت ہی
علم کے کسب پہ موقوف تری ثروت ہے

باغ عالم مین بندھے پھر تری اگلی سی ہوا
یہ ہوا خواہون کی اللہ سے رہتی ہی دعا

تیرے نکبت تیری عشرت ہو جہان کا نور
تیرے چہرے پہ چمکنے لگے اقبال کا نور

آب رفتہ سوئے جو باز بیاید اے قوم
نزہت تازہ بتو رو بنماید اے قوم

دلپذیر

گیا وہ جاڑوں کا سرد موسم ہوا میں سردی رہی ہے کم کم
سحر کو ہوتی ہے تھوڑی سردی کچھ اور زیادہ ہوئی جو بدلی
کرن جو خورشید کی تھی تیز تھی ہوئی ہے سیدھی جو فصل بدلی
جو فصل بدلی بہار آئی بہار آئی ہزار آئی
ہزار آئی تو چہچہائی گلوں کی خاطر سے خوب گائی
جو خوب گائی تو لطف آیا ہزار نے اک سماں دکھایا
عجب سماں تھا عجب مزا تھا چمن میں شمشاد چپ کھڑا تھا
بھٹا تھا نہروں میں صاف پانی رکی ہوئی اسکی تھی روانی
ہر ایک تھا دم بخود سراسر وہ سرو آزاد وہ صنوبر
ہر ایک خاموش سن رہا تھا ہزار کا لوز کا گلا تھا
مگر نسیم سحر کے جھونکے ہر ایک جانب سے آ رہے تھے
نسیم مستانہ چل رہی تھی گلوں سے خوشبو نکل رہی تھی
کہ اتنے میں یہ صدائیں آئیں وہ آسمان پر گھٹائیں چھائیں
نظر اٹھائی تو ہمنے دیکھا فلک پہ بیشک ہے ابر چھایا
فلک پہ گھنگھور ہیں گھٹائیں نہیں یہ بیوقت کی صدائیں
فلک پہ آئے حضور بادل نشاط لائے سرور بادل
ہوئی مرے دل میں گدگدی سی ہوئی یہاں تک اسے ترقی
کہ ہو کے بیتاب توبہ توڑی وہ پارسائی سب اپنی چھوڑی
رہا نہ کچھ کام اتقا سے بلایا ساقی کو التجا سے

یہ نظم ہولی کے دوسرے دن ۱۵ شعبان ۱۳۰۴ھ کو لکھی گئی اور سوز اخبار مہذب میں نکلی تھی۔

صبا کو بھیجا کہ لے کے آئے
اُسے مرا درد دل سنائے

کرے ہمارا مذاق ظاہر
کرے بہت اشتیاق ظاہر

جو کچھ وہ مانگے تو دے زر گل
کہے یہ پھر جو وہ لے زر گل

کہ اب ذرا ہو کرم تمھارا
نہین ہے فرقت اُنھین گوارا

اُٹھاؤ ساغر اُٹھو چلو تم
قسم ہے گر راہ مین رکو تم

یہ کہکے باد صبا کو بھیجا
ہوا ہمین انتظار اُسکا

بڑی بلا انتظار تھا وہ
فشار کنج مزار تھا وہ

غرض صبا یہ پیام لائی
بری خبر یہ مجھے سنائی

نہین ملا میکدے مین ساقی
نہین وہان اب شراب باقی

گیا ہے ساقی کسی کے گھر پر
شراب جو کچھ تھی ساتھ لیکر

اڑے مرے ہوش بے پیے سب
رہا نہ سیر چمن سے مطلب

ہوا مجھے اضطراب ایسا
اوٹھا وہین مین چمن سے نکلا

چمن سے مین سوے شہر آیا
کسی نے مژدہ مجھے سنایا

کہ فصل ہولی کی آگئی ہے
کمائی لالہ کی کھا گئی ہے

جو مین نے پوچھا کہ کون لالہ
نکل گیا کسکا ہے دوالہ

کمائی ہولی نے کھائی کسکی
بتاؤ کس نے سنائی ہولی

ملا مجھے یہ جواب شافی
وہان چلو بس یہی ہے کافی

خود اپنی آنکھون سے دیکھ لو تم
کہان ہے جلسہ کہان ہے بزم

کہان ہین عیش و طرب کے چرچے
کہان ہین بنت العنب کے جلسے

وہان سے آگے بڑھا تو دیکھا
کہ اک جگہ ہو رہا ہے مجرا

غضب کی تانین اُڑا رہے ہین
بتا رہے ہین لٹا رہے ہین

بہت سے لالہ ہین جلوہ افگن ‏ کھلا ہے گل لالہ مثل گلشن

عبیر منھ پر کبیر لب پر ‏ گلال سے سرخ فرش و بستر

لباس رنگین ہے زینت تن ‏ برستا بڈھون پہ بھی ہے جوبن

نشہ مین لالہ بھڑک رہے ہین ‏ برا بھلا منھ سے بک رہے ہین

سوار بنت العنب ہے سر پر ‏ دماغ کے ساتھ دور ساغر

شراب کا رنگ گال پر ہے ‏ یہ اور طرہ گلال پر ہے

غرض جو دیکھا یہ رنگ محفل ‏ اٹھا مین جلسے سے ہو کے بددل

اٹھا تو نفرت کے ساتھ اٹھا ‏ بڑی کدورت کے ساتھ اٹھا

بچائی عزت شرابیون سے ‏ نکل کے آیا خرابیون سے

اٹھا تو لاحول پڑھکے اٹھا ‏ ملی گلی سے پھر آکے تو با

ہوئی ہم آغوش پارسائی ‏ غزل یہ اُسنے مجھے سنائی

ڈرو خدا کے عذاب سے تم
شراب خانہ خراب سے تم

شراب خانہ کی راہ لی ہے
پھرے ہو راہ صواب سے تم

نہین ہے کچھ شک کہ بھاگتے ہین
عذاب سے ہم ثواب سے تم

نہ سر اٹھاؤ شراب پیکر
بہت ہی کم ہو حباب سے تم

پیو نہ برف اور یہ برانڈی
جلو گے اس سرد آب سے تم

یہ بے کا ساغر غضب کی شئے ہے
جلوگے اس آفتاب سے تم
وہ دیکھو آتے ہیں کپتان صاحب
ڈرو اب اُنکے عتاب سے تم

سُنے جو اشعار ناصحانہ
کیا وہیں عہد ہمنے دل سے
شرابیوں سے خدا بچائے
حرام سمجھے خراب سمجھے
زمانہ تہذیب کا اب آیا
کبیر گانا بس اب تو چھوڑو
زمانہ کچھ اور کہہ رہا ہے
اگر نہ تہذیب ہو کسی میں
ڈرو ڈرو اُس سے بھاگو بھاگو

یہ پند یہ وعظ مشفقانہ
کبھی نہ جائینگے پاس اسکے
شراب کے پاس بھی نجائے
اسے خدا کا عذاب سمجھے
گلال کیسا عبیر کیسا
یہ دھول اُڑانا بس اب تو چھوڑو
سنو سنو واہ کیا صدا ہے
نہوں جو اخلاق آدمی ہیں
کبھی بٹھاؤ نہ پاس اُسکو

دردمند

مرجع تھی قوم تو کبھی سارے جہان کی
خیر الامم خطاب خدا نے تجھے دیا
تھا پاس آبرو تجھے عزت کا تھا خیال
تجھے عزم استوار ترے ایک دل تھی تو

آتی تھی تیرے پاس خبر آسمان کی
بخشی تھیں خوبیاں تجھے سارے جہان کی
اک وقت میں تھی تو بھی بڑی آن بان کی
تیری سی کون قوم تھی سچی زبان کی

اس رنگ میں یہ پہلی نظم ہے جو جون ۱۸۸۶ء میں بہ مقام بھیکن پور ضلع علیگڈھ لکھی گئی - اور
مورگزٹ لاہور ملک پنجاب میں شائع ہوئی تھی -

بجلی کی طرح تیغ چمکتی تھی ہر طرف — دہشت سے بند ہوتی تھیں آنکھیں جہان کی
غفلت ہر ایک قوم کے دل میں تھی بیگمان — کس درجہ دھوم تھی تری عزت کی شان کی
ہر سرزمین پہ تیرے علم کے قدم گئے — اب بھی نشانیاں ہیں وہاں ہر نشان کی
افریقہ اور ایشیا ملک فرنگ بھی — شاہد ہیں تیری گذری ہوئی سلطنت کی
ہے کل کی بات یاد ہیں ساری کہانیاں — بھولی نہیں زمین ہے ہندوستان کی

ہاں کھول آنکھ دیکھ کہاں ہے وہ عز و جاہ
اڑتی ہے خاک ہے تیری حالت بہت تباہ

ای قوم تیری اگلی وجاہت کدھر گئی — وہ شان سروری وہ جلالت کدھر گئی
وہ نور کیا ہوا جو چمکتا جبین پہ تھا — وہ دل سے تیری گرمی طاعت کدھر گئی
وہ جوش خون رگوں میں جو ہوتا تھا کیا ہوا — غیرت کہاں گئی وہ حمیت کدھر گئی
ہے کس طرف چمکتی ہوئی تیغ بے نیام — سہمائی ڈالی وہ تیری صولت کدھر گئی
کھویا کہاں ہے تو نے تمدن بتا مجھے — ای قوم تیری اگلی سیاست کدھر گئی
کس خاک میں ہے دولت عباسیہ نہان — دیکھا ہے تو نے انکی خلافت کدھر گئی
وہ کیا ہوئے علوم ریاضی و فلسفہ — منطق کہاں ہے وہ تیری حکمت کدھر گئی
کچھ یاد ہے کہ علم ادب تجھ میں تھا کبھی — تیری زبان سے اسکی فصاحت کدھر گئی
تحصیل علم کی ہیں وہ سرگرمیاں کہاں — وہ ذہن کیا ہوا تری جودت کدھر گئی

دن ڈھل گیا ہے سر پہ تری وقت شام ہے
باقی تو کچھ نہیں فقط اللہ کا نام ہے

ہاں جلد ہوشیار بہت وقت تنگ ہے — ہاں قوم دیکھ اور زمانے کا رنگ ہے
خود اپنی روشنی میں چمکتی ہے دیکھ تو — سر پہ جو حکمران ترے قوم فرنگ ہے
کسب کمال فرض سمجھتی ہے وہ جسے — صنعت سے کچھ ہے عار نہ حرفت سے ننگ ہے

کرتی ہی کیسی کیسی جہان مین ترقیان — وہ قوم ہو کہ معتقد آب گنگ ہے
بڑھ جائے کیون نہ تجھسے تعجب ہی مین کیا — ہمت مین گرمیان ہین تو دلمین امنگ ہی
سب کی نظر مین قوم ہوئی تو ذلیل حیف — قومون کو تیرے ملنے سے کسدرجہ ننگ ہی
دولت نہ علم کی ہی نہ ہی تیرے پاس زر — جاہل ہی ہائے قوم ترا حال تنگ ہی
دنیا سے ہے نرالی روش تیری آجکل — تیرا عجب طریقہ عجب تیرا ڈھنگ ہی
غیرت تو تجھکو بھولے سے آتی نہین کبھی — آتی بھی ہے تو نفس کی تجھکو ترنگ ہی

دانستہ تو چلی گئی منھ مین نہنگ کے
چھینٹون مین قوم آگئی تو آب گنگ کے

ای قوم اب بھی خیر ہی غفلت سے باز آ — خود رائی اپنی چھوڑ حماقت سے باز آ
پڑھ تو علوم مغربی و دینیات بھی — للہ ہتو اپنی سفاہت سے باز آ
ہان دیکھ کیا روش ہے زمانہ کی بالعموم — انگریزی علم پڑھنے کی نفرت سے باز آ
دنیا مین رہ کے کام بھی بنالے ضرور ہین — کہتے نہین ہین ہم کہ عبادت سے باز آ
ہمدرد کیا پکار کے کہتے ہین سن ذرا — للہ آنکھین کھولدے غفلت سے باز آ
اخلاق جو خراب کرین اور کرین تباہ — للہ قوم ایسون کی صحبت سے باز آ
اسلام[له] پاک مین ہی برادر ہر ایک شخص — ای قوم دیکھ عجب ہے نخوت سے باز آ
لازم ہے تجھپہ قوم رہ راستی نہ چھوڑ — بیجا تعصبات عداوت سے باز آ
اسراف ناروا ہے نہ کر مال و زر تباہ — کر صرف خوب پڑھنے مین خست سے باز آ

تحصیل علم و فضل و ہنر فرض جان لو
جو بات تجھسے کہتے ہین ای قوم مان تو

کتنا جگایا قوم ہے غفلت تیری وہی — نکبت ہی تجھپہ ویسی ہی حالت تیری وہی

له اشارہ بجانب کل مومن اخوۃ

دیکھو یہ نیلوفرین ہے	نیلم کا انگوٹھی پہ نگین ہے	کہتے ہیں اسکو کوکا بیلی	بنتے ہیں اسکے ہار بہی
دیہات میں بار تار نازے	شوقین گلے میں ہیں پہنتے	ہوتے ہیں زیب جسم سادہ	ہو جاتا ہے حسن کچھ زیادہ
اول تو سادگی قیامت	اور سیپ یہ ہار اور آفت	پہنے تو ہوا او بالا جوبن	سادی تصویر پہ ہے روغن
برسی ہیں جو پہل کر بادل	دیکھو سب بھر گئے ہیں جل تھل	پہڑ و پنیہ بڑا جو مینہ کا چھینٹا	پی پی کرنے لگا پپیہا
نالی جاری ہیں کہیں جہیل	سیراب ہے نشیب اب اسپل	خوش ہیں جو بیا کی سب بیٹی	تالاب میں جا کی جھینپن بج کی
سارا ہیں سحر حاب او بگلے	پانی کے قریب آ کے بیٹھے	خوش ہو رہی ہیں بکھیر کر آب	گرد انکے رقص میں ہیں بتیا
ہے ابر سپید فلک پہ چھایا	آتا ہی نظر عجب تماشا	بگلوں کی قطار رنگ سحاب	کرتا ہے اہل دل کو بیتاب
سرخی نارنگی اور سپیدی	شفق کی ہے شفق کی اور سحر کی	برسات کی دیکھیے کرامات	کیسی کیچا ہو سے ہیں اوقات
جہنیڈ ناک نے شور و غل مچایا	جہنگر بولے کہ پانی برسا	پانی سے بھرا ہے تالاب	باہی عاشق کی چشم پر آب
ہر آنکھ ہیں کنول کا خوشنما پھول	ہر آنکھ ہری کی کہی کہلا ہی پھول	پانی سے ڈھکا ہے سبزہ ہی بن	فرحت افزا ہے سبزہ بن
	جنبش برگ شجر کی ہے ساز	دلکش کوئل کی ہے پیاری آواز	
کہیتوں کی میں جہت گئی ہیں	برسائے ہیں خوب پانی	پہلے تھا سخت گرم موسم	گرمی سے تلملا رہا تہا بیدم
بیٹھے جاتے تھے بیل تہک کر	آئی تھے کسان کو بھی چکر	برسا پانی ہوئی ہوا سرد	بیلوں کی جگہ بیٹھی ہے گرد
بیلوں نے اپنے سر اٹھائے	پانی میں خوب ہی نہائی	ٹھنڈی ٹھنڈی سی اٹھی گھٹا ہیں	آنکھیں سوئے فلک اٹھا ہیں
گویا کہتے ہیں چپکے چپکے	ہے ابر کریم پہ جان صدقے	ہر موسم میں شور زمانے	گویم از شکر داستانے
دہقان کا باغ باغ ہے دل	ہو ضبط خوشی بہت ہے مشکل	پہر آئی گی ہوئی جولی	سوکہے دہانوں پہ آہی پانی
غلہ برسا کہ ابر باران	پانی ہے زندگی کا سامان	ہر قطرۂ آب مثل گوہر	گوہر سے ہزار درجہ بہتر
چھینٹا پانی کا کیا پڑا ہے	کہیتوں میں ہن برس گیا ہے	لائے دہقان ہیں بیل سارا	گیلی مٹی میں ہل چلایا
بوئے احمد کا نام لیکر	کہیتوں میں جوار مونگ ارہر	ساوان چہوٹی جوار تلی	لوکی بھی بہوٹ اور اردی
بویا ہے بنل پاٹ اور دہان	بوکر کہنے لگا یہ دہقان	تہا فصل خریف کا جو غلہ	پانی پاتی ہی ہیٹے بویا

دانی خشکی مین سب شجر ہین
دے ابر کرم ذرا سا ساتھ
جتنی ہون پیڑ بار ور ہون
بونیکی شرم ہی ترے ہاتھ
برسے موقع سے ابر باران
غلہ سے کھیت سارا بہر دے
اللہ ہی کھیت کا نگہبان
دہقان کو تو نہال کر دے

برسات کی رات ہی اندہیری
کیسی یہ مہیب کالی ہی شب
آگے ہی کون چھپی کیا شے
چاند ہین گہٹا مین کالی کالی
بکہرے بالون مین رو کے اور
ہی وصل کی شب بلکہ اندہیری
شکوے ہوتی تھی اور کیا بات
دونون مین ہو گئی کچھہ ایسی کہٹ پٹ
غصہ وہ کی تھی ویہین باقی
دونون تھی نیند کے جو ماتی
گھبرا کے وہ آنکہین ملتی اٹھے
ڈر کر بار بار چپٹے ہ

بدلی چھائی ہوئی ہی کیسی
کالی کلکتہ والی ہی غضب
ہی چہپ گیا زمین پہ کیا ہی
جگنو ہین سنہری دو نیتی
چہائی ہین گہٹائین یا قہر ہ
ہی وصل کی پردہ ابر بدلی
باتون باتون مین بڑھ گئی بات
سپہ پسر انہون نے بدلی کروٹ
کورے تھے جام اور صراحی
بادل نے جگا یا تب وہ جاگے
عاشق کا دل ہلے اچھلے
ہو کر بے اختیار چمٹے

چمکتا آتا ہے کیا اندہیرا
اب تجھکو سوجھتا نہین ہاتھ
آتے ہین نظر ہوا مین جگنو
لیلی نے کہینچ ہین افشان
ہے آج کسی کی وصل کی شب
ہی وصل کا صرف نام ہی نام
باہم پیدا ہوئی کدورت
بالکل تھی بول چال موقوف
آیا تھا وہین نہ ساغر
عاشق کو ہوس نہ کچھہ ہی ہوش
بجلی سے ڈری نہ تاب لائی
کیسا ہے صلح جو یہ موسم

بیگار وہ نہین کا بوسا
اور یہ بہی نہین کہ کون سا ہاتھ
چہا گئے ہین گہٹا مین جگنو
یا آہ شرر ہے شعلہ افشان
لیکن کا نہین ہی مطلب
عاشق ہی نامراد و ناکام
ہی اور ہوئی کچھہ اور صورت
جتنی تھی وہین وہان موقوف
ہم ہین یہی غم کی جوش کہا کر
رنجش معشوق کو فراموش
کی آپ سے آپ پھر صفائی
دونون کو ملا دیا ہی باہم

دیکہو تا شیر ابر باران
پانی کے پڑتے ہی ہین ہرے
پروانے چراغ پہ ہین قربان
نکلے ہین طرح طرح کی کیڑے
پانی سے لگی ہوئی ہین آگ
ہی جوش نمو کا حد سے بڑہ کر
گرتی ہین شمع پر وہ بڑ لاگ
نکلے ہین چیونٹیون کے بھی پر

بانبی مین گیا جو پانی بہکے
گھبرا گھبرا کے سانپ نکلے

بارش مین ہرے ہین کیسے کیسے!
نیرنگ ابر نے دکہائے
سارے جنگل بہار لے کے
سوکھی لکڑی مین پہول آئے
ہوتی ہی دیکھ کر نظر سیر
رنگین چمن ہی دامن کوہ
جہاڑی جہنکار سب ہین سرسبز
چوٹی سے لی دہن دامن کوہ

آ جنگل میں پہاڑ کا جوبن
چھوٹے کے سامنے بڑا پیڑ
پھولوں سے ہر اک لدا ہرا ہے
کالا بادل پہاڑوں پہ ہے
لیتی ہیں گھٹا میں جھکوری جھو
جتنی گرمی تھی سب میں پنہاں
بادل ہیں جو جھیر گرجتے
جھیل پل اپنی دکھا رہے ہیں
دیکھو کیا ہے حسین منظر
جنگل ہے پہاڑیاں ہیں کہسار
میلا گندلا ہے منہ کا پانی
رستے کی چیزیں قصہ کوتاہ
اوسکی رفتار تیز بھی بڑی ہے
لہریں لیتا ہے آپ دریا
تیراکی سکھا رہے ہیں استاد
غوطے کھا کر نکل رہے ہیں
ہنس کھیل رہے ہیں ہیں شاد
دریا میں کھیل رہی ہے مچھلی

جنگل یہ قدرتی ہے گلشن
جھاڑی کے پاس سال کا پیڑ
کچھ اونکی بہار ہی جدا ہے
ملتے جاتے ہیں بیچ ہو کے
لیتی ہیں پہاڑیاں نہیں روک
محبوس ہیں مہر کی شعاعیں
یا ہاتھی جنگلی کھڑے ہیں بن کے
کیا جو گری تھی بہہ جا رہے ہیں
جس سے لگتی ہے چوٹ دل پر
پھولوں سے لدے ہوئے ہیں اشجار
بہتا ہے تیز سے روانی
بہتی جاتی ہیں اوسکی ہمراہ
دیکھو بالکل ہے سانپ کی سی
یا چین بہ جبین ہے ماہ سیما
یا ہیں تیرنا بتا رہے ہیں استاد
چھینٹے آپس میں چل رہے ہیں
بیٹھک ہیں قید غم سے آزاد
پانی سے کھیلتی ہے مچھلی

اس باغ کی ہے عجب کیفیت
خالی ہے زمین یا شجر ہیں
نازک نازک ہیں برگ اشجار
سبزے میں سیاہ ابر کا رنگ
گرنے دیتی نہیں زمین پر
نکلے ہیں نئے سبز نباتات
آتے ہیں نظر غزال صحرا
جھونکوں سے کبھی گزر رہے ہیں
ٹھنڈی ٹھنڈی سی سنک ہوا میں
یہ برق ہے ابر اور یہ برسات
پتھر لکڑی بہی رہی خاشاک
پانی جاتا ہے کھا کے چکر
آتا ہے گھاس میں جو بہتا
پانی میں تیرتی ہیں بطاک
اوپر سے کودتی ہیں لڑکے
پانی کوئی اوچھالتا ہے
ہوتی ہے دوڑ کشتیوں کی
مچھلی کا شکار ہو رہا ہے

موزون ہے نشست اور ترتیب
ہیں چار طرف ہرے درخت اور ہیں
دلکش ہیں جھاڑیاں ہیں خوشنما
عمدہ گھاس ہے خوشنما رنگ
پانی گرتا ہے اونسے تھم کر
پانی سے ہیں جو پتا کی نبات
کیا پوچھنا انکی خوشبو کا
مہکی ہیں جو رستے تک رہے ہیں
کالی گھنگھور یہ گھٹا ہوا
بلکہ یہ تو سب کے ہیں کرامات
گیلی مٹی جو ہیں ہوئی خاک
دریا کی طرف لگا کے چکر
بیٹھا ہے یک سمجھ کے سانپ آیا
جل بالکل کیسا ہے یہ بتلا کے
غوطہ بتیہ لگا رہے ہیں غوطے
جا دو سے لپک کے ڈالتا ہے
ہے شرط بدی ہوئی ہے بازی
بنسی بھی جال بھی پڑا ہے

دریا پر ہے ہجوم خلقت
سب کو ہے انبساط و فرحت

دریا میں آ گیا ہے طوفان
پانی میں بہے ہیں لٹھے

سب لوگ ہیں گاؤں کے پریشان
تختے لکڑی کے جھونپڑی کے ٹکڑے

ہیں سارے مکان نذر سیلاب
بہتے جاتے ہیں دیکھو چھپر

بہتا جاتا ہے گھر کا اسباب
بیٹھے ہیں لوگ اونکے اوپر

قطرے آنسو کے لعل لب پر
دلکو ہوتا ہے ہے خاموش

موتی کرنے لگے نچھاور
سینے میں دبا ہے عشق کا جوش

لب ہیں آبدار یاقوت
کچھ شرم و حیا کا ہے اگر پاس

اگر دو اختر نثار یاقوت
کچھ عہد وفا کا ہو اگر پاس

خاتمہ

اے ابر مطیر عنبریں فام
ہے ساون کی سج کی گھٹا
کرتی ہے سنگار تجھ پہ سوسن
مشاطۂ حسن رنگ اخضر
پڑتی ہیں جو سر پہ چھینٹے
ہو جاتے ہیں خرم دلکے ارمان
مے سے ہے ساغر ابر بھرا ہوا
پورے ہو دلکی شوق با انتخاب

تجھ پر قرباں بادہ آشام
کیا بات ہے تیری چھا گیا
آنکھیں نرگس کی جھپکی سی رہیں
شانہ کش زلف سنبل تر
شعلے اٹھتی ہیں سبو سے
رکھ جاتی ہیں لب پہ آہ و نالے
سب کا اک یادگار تو ہے
تجھ سے سر سبز کشت کشتا

دلکے شتاب کرنے والے
معشوقوں کی آن بان تو ہے
رونق ہر زیب ہے بہن سے
ہر ملک کی ہوتی ہے آتش گل
آتا ہے یاد جانے کیا کیا
اے ابر ہے تیرا دم غنیمت
رحمت ہے خدا کی یہ ساری برسات
ہر سال اسی طرح سے تو آ

مرتے ہیں تجھ پہ مرنے والے
مرنے والوں کی جان تو ہے
گلگونہ عارض چمن ہے
اس آگ میں جل رہی ہے بلبل
جلسے یار دن کے اور گانا
آتی ہے یاد اگلی صحبت
سرچشمۂ فیض ہے تیری ذات
جاری ہے جا بجا فیض تیرا

صبح گاون

ہے عجب لطف خیز وقت سحر
ظلمت شب جو ہو گئی کافور
سب نے دیکھا ہو گیا چراغ قمر
عالم صبح ہے عجب عالم
گرتا ہے آب قطرۂ شبنم
کھلتے غنچے ہو گئے سب گل

چادر چرخ میں چھپے اختر
نظر آتا ہے ایک عالم نور
چاندنی نے اٹھا لیا بستر
ہے عجب اس نسیم صبح کا دم
جن سے پھولوں پہ ہے عجب عالم
چہچہاتی ہے شاخ پر بلبل

یہ نظم ماہ دسمبر ۱۹۰۶ء میں بمقام بھیکم پور ضلع علی گڑھ لکھی گئی تھی

زہا رات کا وہ سناٹا | مرغ دینے لگے صدا پہ صدا

مسجدوں میں ہوا جو شور صلوات | جاگ اٹھے زاہدان خوش اوقات

کیا خوش آیند ہے یہ شور اذان | کیا مبارک تلاوت قرآن

طاعت بے نیاز ہوتی ہے | مسجدوں میں نماز ہوتی ہے

شور ناقوس مندروں میں بپا | پوجن کر رہے ہیں سب پوجا

جھنج میں بارنگ سرش کا | شغل ہی کر رہے ہیں سب سجدا

لے کے انگڑائیاں حسین اٹھے | آنکھیں مل مل کے مہ جبیں اٹھے

چہرے اترے ہوئے حسینوں کے | سادہ انداز مہ جبینوں کے

بادۂ شب کا وہ خمار غضب! | نشۂ عیش کا آثار غضب!

لال ڈورے غضب وہ مست نگاہ! | قہر ہے سحر ہے خدا کی پناہ!

وہ گلے کی ملی ہوئی برچھی! | اور وہ جھولی ہوئی سی کرتی کی!

کوئی اشنان کرنے جاتا ہے | پھول دیوتاؤں کو چڑھاتا ہے

زیب تن ساریاں ہیں گلرنگ | باندھنے کا انہیں فریب ہے ڈھنگ

لب دریا ہجوم ماہ وشان | ہے عجب سین جلوۂ خوبان

کیوں نہ محسود ہوں لب دریا | جس جگہ یہ حسین ہوں اک جا

جو گئے تھے کسی کے گھر چھپ کر | آ رہے ہیں بچا بچا کے نظر

نکھری نکھری ہے صحبت عشرت | نظر آتی ہے خوب کیفیت

پردۂ ساز بدلے جاتے ہیں | بھیرویں گانے والے گاتے ہیں

اور ہی کچھ سمان ہے محفل میں | لوٹی جاتی ہیں حسرتیں دل میں

گل ہوئی جھلملا کے شمع سحر | جھاڑ فانوس رہ گئے بجھ کر

رات آنکھوں میں کاٹنے والے | بادۂ خواب سے ہیں متوالے

کہہ رہا ہے خمار آنکھوں کا / اب تو موقوف کیجیے جلسا

غمکدہ میں بپا ہوا ماتم / پھر وہی رنج پھر وہی ہائے غم

صبر آتا نہیں غریبوں کو / چین آرام بد نصیبوں کو

غم مرگ عزیز ہے ان کو / روتے رہتے ہیں رات کو دن کو

نہ لگی رات کو پلک سے پلک / صبح ہوتے گئی ذرا سی جھپک

جوشش غم نے کر دیا بیدار / دیدہ تر ہو گئے ہیں پھر خونبار

پھر وہی ہائے ہائے کی ہے صدا / پھر وہی آہ ہائے ہی سے بکا

میکدہ کی ہے اور ہی حالت / ہو گئی خواب صحبت عشرت

چل دیے ساقیان سیمیں بر / اڑ گئی دختِ رز پری پیکر

اب کہاں ان کا وہ جوش و خروش / میکدے کا ہے میکدہ بیہوش

ہے عجب حال رند میکش کا / سر گرانی سے سر نہیں اٹھتا

سب سحر خیز لطف اٹھاتے ہیں / ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں کھاتے ہیں

اس سے محروم ہیں فقط مجہول / جو کہ سونے میں رہتے ہیں مشغول

جاگنا شب کا صبح کا سونا / ہے بلاشبہ جان کا کھونا

اس سے صحت خراب ہوتی ہے / زندگانی عذاب ہوتی ہے

ہاں اٹھو خواب سے سحر آئی / شکل دنیا کی پھر نظر آئی

ہے عجب قدرتی سماں دیکھو
صنعت صانع جہاں دیکھو

سہانی شام اور ایک مجبور

یہ نظم مارچ سنہ ۱۹۱ء میں لکھی گئی تھی — شرر

قریب مغرب ہے شاہ خاور
نہین ہے اب دھوپ مین وہ تیزی
یہ دھوپ ہے یا کوئی دوپٹا
عجیب یہ قدرتی سمان ہے
فلک پہ جوبن برس رہا ہے
ہوا مین آئی مزے کی خنکی
ہوا کی رفتار ہو گئی کم
ہوا نے غنچون کو کر دیا گل
چمن کو پھر باغبان نے سینچا
شجر نے کونپل ہری نکالی
عقیق جیسے زرد جو خزان مین
حسین نکلے ہین بن سنور کے
ہجوم بازار مین ہے اُن کا
ادھر مین یہ شام بامزہ ہے
چراغ سرجو مین بہتے ہین
وہ گھاگرا اور اوسکی موجین!
حسین الھڑ شریر کم سن
قریب مغرب نہا رہے ہین
ادا کرشمہ غضب ہے آفت
کھڑے وہ پانی اُچھالتے ہین!
بلا کے ہین ہاتھ وہ حنائی

افق نے اوڑھی شفق کی چادر
ہوئی ہے رنگت بھی اُسکی پھیکی
رنگا ہوا زرد زرد ہلکا
عجیب یہ رنگ آسمان ہے
جوان پیری مین ہو گیا ہے
بڑھی ہے فرحت گھٹی ہے گرمی
دم مسیحی نسیم کا دم
ہوئی ہے منت گزار بلبل
ہوا ہے شاداب پھل بوٹا
ہے دست نگر ہر ایک ڈالی
ہوئے ہین زہرہ جبین بوستان مین
نہا نہا کے نکھر نکھر کے
وہ خود تماشائی اور تماشا
نہان سرجو پہ ہو رہا ہے
مزے وہان لوگ لوٹتے ہین
کبھی نہ بھولی ہین اور نہ بھولین!
نئی جوانی اُبھار کے دن
عجیب ادائین دکھا رہے ہین
کرے جو بے چین وہ شرارت
نہ دیکھتے ہین نہ بھالتے ہین!
ستم کی نازک ہر اک کلائی

وہ ساریان وہ لباس رنگین / وہ انکی زینت وہ انکی تزئین
عجب ہے نیرنگ حسن طلعت / کہ جس سے خود حسن کو بھی حیرت
غرض سہانی ہے شام دیکھو / پہ سب ہے نیچر کا کام دیکھو
ہوا ہے اب ختم کام دن کا / ہر ایک محنت سے اپنے چھوٹا
وہ آبلہ پا شکستہ خاطر / جلے ہوئے دھوپ کے مسافر
تھکے ہوئے ناتوان پریشان / وہ بھوکے پیاسے غریب حیران
پہونچ گئے ہین قریب منزل / ہوئی ہے آسان انکی مشکل
پرند شب جگ کے آرہے ہین / چرند بھی چر کے جا رہے ہین
غرض وہ آپہونچے دستی نشین! / قریب آتا ہے وہ نشیمن!
ملینگے بچھڑے ہوون سے جاکر / وہ شاد ہون گے گلے لگا کر
مگر ہے ناشاد ایک عاشق / تباہ و برباد ایک عاشق
حبیب سے دور زار و نالان / اور اس مغموم اور پریشان
جھکا ہے سر آنکھین ہین آنسو / ذرا طبیعت نہین ہے یکسو
طپش ہے دل مین تو درد سر مین / لگی ہوئی آگ سی جگر مین
خیال جانان خیال اوسکا / نشاط عالم ملال اوسکا
اگر سہانی ہے شام تو کیا / نہین تماشے کی اسکو پروا
کبھی جو بھولے سے اوٹھایا سر / تو آہ کی اس نے تلملا کر
یہ شام ہے بخت کی سیاہی! / شفق ہے رخسار کی ہو زردی!
یہ شام کالی بلا ہے سر پر! / یہ داغ سوزان ہے مہر انور!
بلا کی گرمی خنک ہوا مین! / سیاہ لکیرین ہین یہ شعاعین!
نہین ہے شاداب کچھ گلستان / مگر ہے اک دشت ہو کا میدان!

ہر ایک گل خار سے بھی بڑھکر ہا
یہ پنکھڑی ہے کہ سخت پتھر

قفس نفس آباد ہے گلستان
نہیں ہے محبوب تو ہے ویران

چرند خوش ہیں تو کیا ہے مطلب
پرند خوش ہیں تو کیا ہے مطلب

نہیں ہے شام اور وہ مزہ کی
غرض نہیں کچھ جو ہے تو ہوگی

اگر ہے دریا یہ کچھ تماشا
ہوا کرے وہ تو پھر اسے کیا

کہا ہے کیا خوب یہ کسی نے
یہ تجربہ کار آدمی نے

اگر نہ دل شاد ہو کسی کا
تو اسکو بھاتا نہیں تماشا

رخصت بہار

گلشن سے ہوئی بہار رخصت
یا جسم سے جان زار رخصت

نزہت فرحت ہوئی روانہ
بدلا گلشن کا کارخانہ

دیوانوں کو آگیا ہے پھر ہوش
باقی نہ رہا وہ خون کا جوش

باقی نہیں اب رگوں میں سودا
پھر سرخ ہوا ہے خون کالا

جاتی ہیں دلوں سے پھر امنگیں
وہ فصل بہار کی ترنگیں

باقی نہیں خون میں وہ حدت
نشتر کی نہیں رہی ضرورت

آباد ہوئے تھے جو بیابان
دیوانوں سے پھر ہوئے ہیں ویران

ہے وحشت سے بڑھکے صحن گلزار
پھولوں کے جگہ ہیں اب یہان خار

سوسن کا لباس آسمانی
سبزی کا وہ فرش دھانی دھانی

نرگس کی وہ شوخ چشم جادو
پھولوں کی وہ بھینی بھینی خوشبو

وہ باد صبا کی مست رفتار
جنبش میں وہ برگ ہائے اشجار

گلشن سے ہوگئے ہیں سب ندارد
ہے موسم سردی کی آمد آمد

اُڑتی ہے چمن میں ہر طرف خاک
پتّوں کے ہیں ڈھیر خار و خاشاک

ہر چیز کو فصلِ گل کا ہے غم
ہر شاخ درخت دستِ ماتم

چھائی ہوئی ہر طرف اُداسی
آئی ہوئی باغ میں بلا سی

سنسان اُجاڑ ہو کا میدان
ویرانہ سے بڑھ کے ہے گلستان

گل آتشِ گل ہوئی ہے بالکل
خاموش ہے نغمہ سنج بلبل

بلبل اپنے خیال میں گم ہے
غنچے بھولے ہوئے تبسم

شمشاد اداس سے کھڑے ہیں
سبزے غش کھا کے گر پڑے ہیں

نہریں ہیں مثال چشم پُر آب
سب حلقہ ماتمی ہیں گرداب

سوسن کی ماتمی ہے پوشاک
دامن پھولوں نے کر دیا چاک

پھینکے سنبل نے نوچ کر بال
سہتے بال و بال جی کے جنجال

کرتی پھرتی ہیں قمریاں بین
ہر باغ کا باغ آج بے چین

رخصت یہ نہیں بہار کی ہے
دل سے صبر و قرار کی ہے

کہتی ہے جو خیر باد فرحت
دل کو ہوتی ہے اور کلفت

نرگس سے گیا نظارہ باغ
لالہ کے جگر میں پڑ گیا داغ

سرگرم مستی کہاں ہیں خوش رو
بیٹھے ہیں حسین کہاں لب جو

اب زیب گلو کہاں ہیں وہ ہار
پھولوں کے وہ طرہ ہائے دستار

وا کس پہ ہو دیدۂ تماشا
گلزار کا اب نہیں وہ نقشا

سوکھے ہوئے ہر طرف شجر ہیں
کمہلائے ہوئے ہیں پھول گر ہیں

کس طرح چمن ہو سبز و شاداب
فواروں میں خشک ہو گیا آب

جھونکے ہیں ہوا کے اب نہیں سرد
اُڑتی ہے چمن میں ہر طرف گرد

بدلی ہوئی باغ کی ہے حالت
اللہ کی ہے عجیب قدرت

ہے آج بہار کل خزان ہے — قایم نہین رنگ آسمان ہے
ساری دنیا کا ہے یہ نقشا — اس پر نہ کرو غرور اصلا
ہوتا رہتا ہے رنگ تغییر — دنیا بازیگرون کی تصویر
پلٹے دکھاتا ہے یہ زمانہ — نیرنگ ہے اس کا کارخانہ
پلٹے جسوقت تم سنبھل جاؤ — بدلے جسوقت یہ بدل جاؤ
عبرت لے اس سے قوم اسلام — پاخوردہ مفلسی والزام

دیکھے پہچانے وقت کی چال
اسوقت زمانہ کا ہے کیا حال

امید

خواب راحت ہے سر بسر امید — دل کی آنکھون مین ہے نظر امید
نور شمع حیات ہے امید — بے بقا بے ثبات ہے امید
شمع جب تک کہ زیب محفل ہے — نقش امید زینت دل ہے
کوہ مین دشت مین بیابان مین — ریگ کے ذرہ ہاے تابان مین
ہے یہ امید ہر جگہ موجود — بعض اسکو سمجھتے ہین معبود
کوئی کہتا ہے دیبی ماتا ہے — بادۂ ارغوان چڑھاتا ہے
اسکو حاجت روا سمجھتے ہین — لوبہ توبہ خدا سمجھتے ہین
نظر آتی ہے خواب مین دولت — ساری دنیا کی حشمت و ثروت

اشعار بالا مین بہت سے فلسفیون کے خیالات نظم کیے گیے ہین - مگر اسمین زیادہ تر مسٹر ڈالرنہری اور ہندوستان کے شکسپیر نامور کالیداس کی نازک خیالیان دکھائی گئی ہین - اسکو آپ ایک گلدستہ سمجھیے جسمین زیادہ تر گلاب اور کنول کے پھول ہین جو ایشیائی مذاق کے موزون

دلکی امید کا تقاضا ہے
ہاتھ آجائے مال جتنا ہے

ہے بظاہر امید چھوٹی سی
ہے مگر دور تک پہونچ اسکی

دل سے کرتی ہے چرخ تک پرواز
دست امید تا بہ عرش دراز

اسکا مسکن ہے اک غریب کا دل
اور پھر دل بھی بدنصیب کا دل

جھونپڑا وہ بھی ٹوٹا پھوٹا سا
دیکھتی وان سے خواب محلون کا

بنکے اختر یہ جگمگاتی ہے
راہ فلاح کو بتاتی ہے

ہے مسافر کی رہنما امید
کشتی دل کی ناخدا امید

غنچۂ شاخ زندگی ہے یہ
لب گلرنگ پر ہنسی ہے یہ

یہ حسینون کے دلمین رہتی ہے
ملکہ یہ آب وگل مین رہتی ہے

مرہم زخم دل فگار ہے یہ
مونس و یار غمگسار ہے یہ

دیکھئے عاشقون کی حالت کو
انکی تکلیف کو مصیبت کو

جب طبیعت کسی پہ آتی ہے
اور جدائی انھین ستاتی ہے

رنج پر رنج وہ اٹھاتے ہین
سوتے ہین پیتے ہین نہ کھاتے ہین

کام سے انکو کوئی کام نہین
بات کا بھی کوئی قیام نہین

سکتے کچھ اور کرتے ہین کچھ اور
نہ کسی طرح کا خیال نہ غور

مضطرب بدحواس رہتے ہین
ہر گھڑی وہ اداس رہتے ہین

حسرتین دلمین مچلی جاتی ہین
آہین جانسوز لب پہ آتی ہین

پپڑیان خشک انکی ہونٹون پر
سوز فرقت سے پھنک رہا ہے جگر

دل پہ ہر وقت ہاتھ رہتا ہے
درد دل دم کے ساتھ رہتا ہے

اشک آتے ہین چشم حیران سے
آہ و نالہ دل پریشان سے

متعلقہ صفحہ ۳۳ - تیار کرکے آپ کی خدمت مین پیش کیا جاتا ہے ع گر قبول افتد زہے عز و شرف

گھیرے رہتی ہی اک نئی وحشت — دل کو ہر وقت اک نئی کلفت

دلکو بٹھائے ہوئے کبھی خاموش — ہونے پاتا نہین وہ جوش خروش

بولتے ہین نہ چالتے ہین وہ — سب بلاؤن کو ٹالتے ہین وہ

ایسی حالت مین مر نہین جاتے — جان سے وہ گذر نہین جاتے

دل مین ہوتی ہی وصل کی امید — قوت جان زار حسرت دید

تازگی روح مین اسی کی ہے — ہر گھڑی عمر کو ترقی ہے

دیکھیے نوجوان عورت کو — شرم کے ساتھ حسن طلعت کو

پارسا اور جان عفت ہے — نیک سیرت ہے نیک صورت ہے

ابھی دنیا سے وہ نہین آگاہ — دیکھیے اسکی کمسنی ہے گواہ

رفتہ رفتہ ہوئے نمود شباب — دل مین آیا خیال شرم حجاب

رنگ چہرے کا بھی چمکنے لگا — بات ہی اور ہو گئی پیدا

رنگ لایا عجب جوش شباب — حسرتین دلمین ہو گئین بیتاب

دلمین ہے حسرت ہم آغوشی — رہتی ہے اک طرح کی بیہوشی

مست ہے بادہ جوانی سے — آگ دل مین لگی ہے پانی سے

دل کا کچھ اور ہی تقاضا ہے — مگر اس سے حجاب کہتا ہے

دیکھنا ہو کہین نہ رسوائی — رنگ لائی یہ ناشکیبائی

سنکے یہ بات عارض گلنار — زعفران زار ہو گیا لالہ زار

پھر اداسی سی چھا گئی اوسپر — رہ گیا غنچہ پھول مرجھا کر

آنکھ سے کچھ ٹپک پڑے آنسو — رہ گیا دلمین جوش کھا کے لہو

رہ گئے دل کو تھام کر خاموش — رہ گیا دلمین جو اٹھا تھا جوش

روکے امید سی کہا سب حال — درد و دکھ اور اپنا رنج و ملال

ہنسکے امید نے دیا یہ جواب / صبر کر صبر تو نہو بیتاب
اسقدر کیون اداس ہوتی ہو / دل مین کڑھتی ہو رنج سہتی ہو
رنج یہ جاے گا کبھی نہ کبھی / وہ بھی دن آئیگا کبھی نہ کبھی
ہو گی اک روز دھوم شادی سے / اور قید الم سے آزادی
دل سے نکلین گی حسرتین ساری / ختم ہونگی مصیبتین ساری
دم اس امید کا غنیمت ہے / ہو جو تکلیف اس سے راحت ہے
تاجرونکا اسی پہ دار و مدار / اس تکیہ و سہارے پہ سب ہے بیوپار
دشت بے آب و کاروان اونکا / نام کو بھی کہین نہین سایا
دھوپ ہے تیز ایسی گرم ہوا / جس سے پڑ جاے جسم پر چھالا
کوہ و صحرا مین ہو کے جاتے ہین / کیسی تکلیف وہ اوٹھاتے ہین
خار اپنی جگہہ پہ سب نشتر / سنگ بھی نوک دار ہین خنجر
اونچی نیچی زمین ناہموار / اور کہین ہین پہاڑ مہیب صد ہا غار
خرس خونخوار اور شیر ببر / اونکو ملتے ہین راہ مین اکثر
اونکے رستے مین سیکڑون قزاق / ظلم مین طاق جور مین مشتاق
مال و زر جسقدر ہو چھینین سب / لاکھ چلاؤ سنتے ہین وہ کب
اپنے قبضے مین سارا مال کرین / کچھہ جو بولو وہین حلال کرین
ہے جہازی کبھی سفر اونکا / بحر اعظم مین ہے گذر اونکا
موج جیسا ہی بلند طوفانی / جسطرف دیکھیے اودھر پانی
ہے تلاطم مین آب دریا کا / کہین لگتا نہین ہے تھل بیڑا
ہین چٹانین کہین پہاڑ کہین / نظر آتا نہین نشان زمین
جانور بھی عجیب خلقت کے / کالے کالے مہیب صورت کے

اگر اودن سے جہاز ٹکرائے — پھول کی طرح جیسے بکھر جائے
سینکڑوں عارضہ خراب ہوا — ہضم ہوتی نہیں جو کھائیں غذا
کبھی چلتی ہے بادِ طوفانی — اور برستا ہے خوب سا پانی
موجیں اٹھتی ہیں آنا ہی اکثر — پانی بڑھکر جہاز کے اندر
بھیگ جاتا ہے مال سوداگر — منحصر جسپہ سارا نفع و ضرر
الغرض ہیں مصیبتیں کیا کیا — ایک کیا بلکہ آتیں صدہا
گر نہ امید کچھ سہارا دے — مال جتنا ہے سب ہیں ڈوبے
دیکھیے آپ حال دہقان کا — اوسپہ آتی ہیں آفتیں کیا کیا
کھیت کرنا اوسے مصیبت ہے — سخت مشکل ہے سخت وقت ہے
ہاتھ اوسکا بٹاتی ہے امید — زور کیا کیا لگاتی ہے امید
ہے نہیں سخت تو نہیں پروا — ہے گرمی دھوپ تو نہیں شکوا
ہے پسینے میں جسم دہقان تر — اور گرمی سے پھنکتا ہے جگر
دل سے مصروف کار ہو دہقان — کام میں ہوشیار ہو دہقان
جوت بوکر اسے ہوئی فرصت — پھر کبھی ملتی نہیں اسے راحت
ابر باران کا انتظار ہوا — گر نہ برسا تو اشکبار ہوا
ملگئی ساری خاک میں امید — ہوگیا سر سے پاؤں تک وہ سفید
اڑ گئے سب حواس بو ہوکر — ہوگیا خشک وہ اودھ ہوکر
ہیں نمایاں جو قحط کے آثار — اوسکو جینا ہے اب بہت دشوار
پڑ گیا قحط آگئی آفت — تھی فراغت تو اب ہے عسرت
بھوکوں مرنے لگیں زن و دختر — فاقے کرنے لگا غریب پسر
آگئی ہے غضب میں اسکی جان — کہ نہ زمیندار مانگتا ہے لگان

اُٹھ چکے جب لیمپ کے سارے ناز
اُسکی تعلیم ہوگئی آغاز

صرف تعلیم کردیا سب زر
ہوگیا ہوشیار پڑھ لکھکر

اب یہ امید ہے جوان ہوگا
نیک خو فخر خاندان ہوگا

ہم بڑھاپے مین پاینگے آرام
اور چلے گا ہمارا اس سے نام

پڑھنے والونکی دیکھیے حالت
کیسی کرتے ہین رات دن محنت

کچھہ خوشی ہو اُنھین خیال نہین
رنج کا بھی اُنھین ملال نہین

سخت گرمی ہے تو نہین پروا
غم نہین کیسا ہی پڑے جاڑا

فلسفے کے وہ مسئلے دشوار
علم منطق کی بحث اور تکرار

وہ مساحت حساب الجبرا
اور پھر اُنکی مشکلین صدہا

اُن سے کہتا ہے بار بار یہ دل
ہے سبق آج کا بہت مشکل

دیدے ماسٹر نے آٹھہ ورق
صبح تک یاد ہو ضرور سبق

ورنہ ہونگے خفا بہت اُستاد
جسطرح ہو سکے کرین ہم یاد

پڑھنے لکھنے مین دل لگائین ہم
بڑھکے انعام سب سے پائین ہم

امتحانون مین خوب نام کرین
جی لگاکر ہم آج کام کرین

ہر طرح سے اُٹھاتے ہین وقت
دن کو فرصت نہ رات کو راحت

صرف امید کامیابی سے
جو صلے مین بڑے ہوئے اونکے

اپنی تقریر مین ہے یہ داخل
اپنی تحریر مین ہے یہ شامل

خط مین لکھتے ہین ذات باری سے
ہے یہ امید ہونگے سب اچھے

زاہدون کے ریاضتون مین ہو
عابدونکی عبادتون مین ہے

خانقاہون مین دیکھیے جاکر
حمد باری کا شغل آٹھ پہر

کھینچتا ہے وہان کوئی چلے
کوئی رکھتا ہے سال بھر روزے

وقت پر جو برس گیا پانی — پھر تو ہوتی ہے فصل سن مانی
لہرین لیتا ہے کھیت مین سبزا — فرحت انگیز خوشنما اچھا
پھر بھی رہتا ہے ہر گھڑی یہ خیال — دب کے بیٹھے ہو نہ کھیت یہ پامال
کھیت مین رہ نجائے گھاس کوئی — جانور بھی نہ آئے پاس کوئی
رات دن کھیت کی حفاظت ہے — کھیت مین آئے کسکی طاقت ہے
ہر گھڑی یہ خیال رہتا ہے — بس اسی کا ملال رہتا ہے
کچھ مویشی نہ کھیت چر جائین — کہین بے موت ہم نہ مرجائین
کھیت مین پھول آئے پھل نکلے — اور بالون مین پڑ گئے دانے
اور بھی اوسکو انتشار ہوا — یہ جو سوچا تو اضطرار ہوا
ہاے اولے کہین نہ پڑ جائین — نقش امید سب بگڑ جائین
فصل جب قسمت ہو گئی تیار — اور غلے کے لگ گئے انبار
اور یہ فکر بڑھ گئی اوسکی — ہونے پائے نہ کھیت مین چوری
گر نہ امید ہو اسے تسکین — جوتی بوئی نہ جائے اُس سے زمین
ہے اسی سے قیام دنیا کا — یہ نہو تو رہین نہ ہم زندا
یہ بہر حال ہے شریک بشر — ڈالیے غور کی نظر اسپر
رحم مادر مین جلوہ گر ہے یہ — سر بسر صورت بشر ہے یہ
ہو چکی جب ولادت انسان — پرورش کے ہوئے سر و سامان
مان نے لین ساری آفتین سر پر — ہر گھڑی ہے اُسے خیال پسر
کھانے پینے سے کچھ نہین ہے کام — اور سونا بھی رات کا ہے حرام
دن کو سمجھے نہ دن نہ رات کو رات — ہے پسر پر فقط مدار حیات
ہو چکے ختم پرورش کے دن — اور پڑھنے کا آ گیا جب سن

محو ہین ذکر اور شغل مین سب | کچھ کسی سے نہین انہین مطلب

ہے یہ امید ہون گناہ معاف | قلب ہو گرد معصیت سے صاف

دیکھیے آپ ہندوؤن کو ذرا | کس ریاضت سے کرتے ہین پوجا

ہین تپشیا مین محو وہ دن رات | چپ ہین کرتے نہین کسی سے بات

برت پر برت کوئی رکھتا ہے | ہر گھڑی رام رام جپتا ہے

رکھ لیا ہے کوئی اٹھا کر ہاتھ | دھیان کرتا ہے یون سوکھا کر ہاتھ

کوئی دھونی رمائے بیٹھا ہے | کوئی چپ چاپ مالا جپتا ہے

اون کو امید ہے کہ بعد ممات | جب انھین پھر ملیگی شکل حیات

یعنے جب دوسرا جنم ہوگا | اونپہ بھگوان کا کرم ہوگا

ہین تناسخ کی آفتین جتنی | وہ کبھی روح پر نہ آئین گی

ختم کرتا ہون اب مین یہ اشعار | کام کے سب نہین کوئی بیکار

عقد پروین ہی صاف نظم نہین | فلک ہفتمین بنی ہے زمین

یہ نہین نظم لعل احمر ہے | بلکہ یہ لعل سے بھی بڑھکر ہے

آپ انمول جانیے اسکو | مین جو کہتا ہون مانیے اسکو

اظہار محبت

جس پرچہ اٹر یوٹری کا ترجمہ ہم آج قدرشناس پبلک کے سامنے پیش کرتے ہین وہ فخر انگلستان جان سخن نامور شاعر لارڈ بیرن کی تصنیفات سے اُسکی کلیات مین موجود ہے اور جہان اُسمین اور بہت سی زہر کی بجھی ہوئی چھریان اور کٹاریان بھری ہوئی ہین وہان یہ بھی ایک چھوٹا سا باریک ولایتی نشتر ہے - یہ نظم اسنے فروری ۱۸۱۲ء مین اپنی کسی معشوقہ کو مخاطب کرکے لکھی تھی - انگریزی مین اسکی سرخی ناتمام ہے نام کی جگہ چہ ڈیش دیدیا یا عاشق مزاجون کے دلبرا جرس کے قلم تراش چاقو سے ایک چھوٹا سا خط کھینچ دیا ہے

قدر دانون کے واسطے ارزان — اور نا اہل کے لیے ہے گران

شاعر نکتہ دان سے ہے امید — یعنی اہل زبان سے ہے امید

ہاتھ اس نظم پر نہ صاف کرین — گر خطا ہو کوئی معاف کرین

اور اس رنگ مین لکھین اشعار — سارے اشعار ہون دُرِ شہوار

اب نہین شاعری جو پہلے تھی — اور ہی کچھ ہوا ہے گلشن کی

گل و بلبل نہین وہ باغ نہین — وہ خیالات وہ دماغ نہین

خال و خط کا نہین زمانہ اب
ہو گئے وہ تو سب فسانہ اب

متعلقہ صفحہ ۲۰ - اظہار محبت کے وقت تو بیرن صاحب آتش ہی تھے مگر جب نام لکھنے کا وقت آیا تو گل کر گئے - اس نیچرل شاعر کے کلام مین خدائے سخن شیکسپیر کے سوا اور سب شاعرون سے بڑھکر لطف ہے - وجہ یہ ہے کہ بعض شاعر محض ضرورت سمجھکر شاعر بنگئے - گو عشق سے محض نابلد تھے - مضمون مین آورد ہوتی تھی اور بخلاف اسکے لارڈ بیرن کی شاعری مین آمد ہے - مضمون خواہ مخواہ قلم سے ٹپکا جاتا ہے - سولہ برس کا سن اور پھر کس کا ایک سرد ملک کے انگریز کا اور اوسمین یہ عشق و محبت کی گرمیان !! حضرت کو معاملات عشق مین کچھ ایسی متواتر مایوسیان اور ناکامیان ہوئین کہ ابتدا ہی سے طبیعت مین سوز و گداز اور ایک طرح کا تلخین کر دینیوالا مزہ پیدا ہو گیا تھا - سعی میری شاد روح پر نازان تھا کہ جو شعر قلم سے نکلا نشتر بن گیا - گو مین نے اس ترجمہ مین اس بات کی کوشش کی ہے کہ حتی الوسع انگریزی کا سنس یا مفہوم قائم رہے مگر سچ یہ ہے کہ مین اپنے اردو دان ناظرین کو جیسا چاہیے اس لطف مین شریک نہین کر سکتا جو اصل انگریزی کو پڑھکر حاصل ہوتا ہے - ایسا ہی نظم مین بالکل ایشیائی نازک خیالیان اور بلند پروازیان ہوتی ہین - اگر گردش زمانہ نے فرصت دی اور حیات مستعار باقی رہی تو وقتاً فوقتاً ان پیارے نظمون کا سلسلہ وار ترجمہ ہدیۂ ناظرین ہوا کریگا -

مشتاق ہماری آرزو تھی | تجھسے ہو دوستی کچھ ایسی
ملکر نہ جدا ہوں عمر بھر ہم | یعنے جب تک کہ دم مین ہے دم
جب تک نہ رقیب فتنہ پرداز | حاسد ہو کر بنے در انداز
جو کچھ تھا خیال سچ وہ نکلا | دنیا مین ہو برا حسد کا
لیکن گو ہو گئی جدائی | پھر بھی تجھسے ہے آشنائی
دل مین تیری ہی آرزو ہے | جلوہ افروز اسمین تو ہے
جب تک پہلو مین ہی میرا دل | ہے تیرا مقام تیری منزل
آئے گی جب گھڑی قیامت | غائب کو پھر ملے کی صورت
پڑ جائیگی پھر جو خاک مین جان | نکلین گے تربتون سے انسان
ہوگا کسی بات کا نہین ہوش | تجھسے ہو جاونگا ہم آغوش
تو ہو تو بہشت مین ہے آرام | ورنہ آرام سے ہے کیا کام
آن خلد و بہار خوشش نہ آید | بے جلوہ یار خوشش نہ آید

مکروہات زمانہ

کس قیامت کی آج ہے سردی | کیسی چھائی ہوئی ہے تاریکی
مینہ برستا ہے چھائے ہین بادل | دم نہین لیتی ہے ہوا اک پل

ممالک متحدہ امریکہ کے ملک الشعرا "لانگ فیلو" کی ایک نظم "رینی ڈے" کچھ عرصہ ہوا میری نظر سے گذری اس مشہور شاعر اور نامور ادیب نے حوادث آلام دنیوی کو ایک عجیب دلکش پیرایہ مین ظاہر کیا ہے - خیال کی سادگی اور ساتھ ہی اوسکے طرز ادا کے انوکھے پن نے مجھے اوسکے ترجمہ کی ترغیب دی ہے تو آپ جانتے ہین کہ نظم انگریزی کو اردو کے قالب مین لانا کوئی آسان بات نہین ہے بہر حال جو کچھ ہوسکا ہدیہ ناظرین ہے

بیل انگور کی ہے اب بھی چڑھی — اور دیوار ہے بہت ٹوٹی

ہان مگر تیز سرد جھونکون سے — گرتے جاتے ہین خشک سب پتے

ہے دم سرد زندگی میری — اور سیہ چھائی ہوئی ہے تاریکی

یعنی گرمی نہین طبیعت مین — ہے اداسی ہر ایک حالت مین

ہے یہ بارش - کہ ہے نزول بلا — نہین رکتی ہین آندھیان کہ ہوا

جیسے دیوار پر ہے بیل چڑھی — حافظے پر زمانہ ماضی

ہین امیدین جوانی کے پتے — اور حوادث زمانہ کے جھونکے

بیل تو ہے چڑھی مگر پتے — گر رہے ہین ہوا کے جھونکون سے

ہان ٹھہرتا نہین دل غمگین — کسی پہلو تجھے قرار نہین

روشنی صاف مہرتابان کی — آرہین بادلون کے ہے اب بھی

ہے مصیبت ہر ایک کا حصا — رنج حصہ نہین فقط تیرا

کبھی فرحت کبھی اداسی ہے — یہی حالت زمانہ بھر کی ہے

عشق و فرض منصبی

پبلک کی قدرشناسی اور احباب کے لطف آمیز اصرار نے مجھے مجبور کیا کہ مین پھر کسی انگریزی نظم کے ترجمہ کی کوشش کرون ایسے مشکل کام کی طرف توجہ کرنے کے قبل ایک عذر کا پیش کرنا ضروری ہوتا ہے مگر دوستون کی تحریر سے مجبور ہو جاتا ہون - اسمین ذرا بھی شک نہین کہ ہندوستان مین اس قسم کی شاعری کا مذاق بالخصوص ہے بالعموم نہین - اور ابھی ویسٹرن پوئٹری کے سچے جذبات کا پورا پورا ادراک نہین ہوتا بلکہ نہین ہوسکتا - یہ سچ ہے کہ انگریزی کے بہت سے شعر « زندان تو جملہ درو باشند » چشمان تو زیر ابرو باشند » ہوتے ہین مگر یہ دیکھنا چاہیے کہ سچے مضمون اور تخیل سنہری سے شاعر کو کس قسم کے اثر ڈالنے کی توقع ہوتی ہے - اور وہ قدرتی اثر دیرپا ہوتا ہے کہ

منقوش نفیس بیل بوٹے
عمدہ نقاشی کے نمونے

آہستہ چلو ذرا نہ بولو!
باتیں کرنے کو لب نہ کھولو

سوتے ہین جوان عنبرین مو
بانکے ترچھے حسین خوش رو

عالم فاضل ادیب دانا
سرشار شجاع اور توانا

تیغ بران سے پاک جوہر
گلشن مین فرنگ کے گل تر

اخلاق مین چار سمت مشہور
صحبت سے بڑون کی منزلون دور

کرتا تھا فخر ملک اونپر
تا سب والد تو ان مادر

لشکر مین تھے تو شان لشکر
دفتر مین تھے تو زیب دفتر

تھے چشم و چراغ انجمن کے
خوش رنگ تھے پھول یا چمن کے

تھے ... کو
تقریر پہ ناز تھا زبان کو

مرتے تھے حسین حسن ایسا
اور اونکی شجاعتون کا چرچا

انگلینڈ پہ جان دینے والے
بدلا دشمن سے لینے والے

ہین خواب لحد مین مست و غافل
ہستی اونکی خیال باطل

کچھ انمین ہین عاشقان مہجور
مایوس تھے زار مجبور

ارمانون کے ساتھ مرنے والے
حسرت لیکر گزرنے والے

مقتول ادا سے مست رفتار
مجروح ز تیغ عجب دلدار

ترچھی چتون سے دلمین رخنے
رخنون مین خون دل کے قطرے

ہونے والی تھی اونکی شادی
یا بعض کی انمین ہو چکی تھی

ایسے بھی انمین تھے بد ارمان
جنکے گھر پہ ہجوم مہمان

لائے تھے دلہن کو آلٹر[1] سے
کس شان و شکوہ کر و فر سے

له الٹر – قربانگاہ – کلیسا میں ایک نفع جگہ جہاں پادری بیٹھا کرتے ہیں اور دولہن میں عہد و پیمان ہوتے ہیں

اوٹھا اکبار دروا لیا — پایا دولہا کو سب نے مردا

آنے پایا نہین ہنی مون[۵۱] — دل مین حسرت کا ہو گیا خون

عمدہ جو لباس تھا عروسی — جسکی ہتی خوشنما سپیدی

رخصت ماتم بنا بدل کر — مرجھائے گلاب سر پہ یکسر

شد مطلع صبح تیرہ و تار — در خواب برفت بخت بیدار

بوڑھے جنرل ولیر نامی — شہرت ہے دور دور جنکی

ہین دفن مدبران ملکی ۱۲ — جنکی مشہور پالیسی[۵۲] تھی ۱۲

جو کچھ کرنا تھا کام ان کو — زیر افلاک نام ان کو

کر کے سب ختم کام اپنا — چھوڑا دنیا مین نام اپنا

سوئے ہین لحد مین وہ بارام — دنیا کے کام سے نہین کام

تاریخ جہان کو آپ لکھو لین — جو کچھ لکھا ہے اوسکو تو لین

اک قبر کسی جوان کی ہے — حسرت بالین پہ رو رہی ہے

تربت کے قریب ایک عورت — روتی ہی کھڑی ہی بہ شدت

مصروف نظارۂ مزار است — بر لوح مزار اشکبار است

ہوتا ہے لباس سے یہ معلوم — کمسن دوشیزہ ہی وہ معصوم

اٹھارہ برس کا ہو مین و سال — بکھرے بکھرے ہین سر کے بال

اوسط قامت سڈول اعضا — گدرایا ہوا ہے جسم سارا

قامت مین عجیب راستی ہے — گویا سانچہ مین وہ ڈہلی ہے

اوسکا حسن و شباب دیکھو — آنکھون مین ہے حجاب دیکھو

[۵۱] ہنی مون ۔ شادی کے بعد جو پہلا مہینہ ہوتا ہے اوسے کہتے ہین ۔ اس مہینے مین دولہا دولہن دوسری جگہہ جاکر عیش و تماشا مین مصروف ہوتے ہین ۱۲ [۵۲] پالیسی ۔ دستور حکومت حکمت عملی ۱۲ ۔

نا تجربہ کار بھولی بھالی
چتون دیکھو تو ہے نرالی

اونچی اونچی جبین وہ پرنور
پیشانی حور لوح کافور

ہے تخت وہ پاکدامنی کی
ایسی ہمنے سنی نہ دیکھی

تم دیکھ کے ہو نہ جاؤ ششدر
آئینہ اوسے کہو تو بہتر

ظاہر اس سے خیال سارے
دل کے رنج و ملال سارے

ابرو کی ہے سیاہ تحریر
اُسمین عارض کا عکس تنویر

آنکھین اوسکی بڑی بڑی سی
نیلی نیلی ہر ایک پتلی

کالی ہین نوکدار پلکین
چبھتی دل مین ہین خار پلکین

رخسار گلاب کے مقابل
فصل گلزار کی ہین منزل

سرخی اُن مین تو کچھ سفیدی
شرکت ہے شفق کی اور سحر کی

رومی کی ناک اوسکی بینی
چھوٹی نہ بڑی بہت نہ اونچی

خوشرنگ ہین سرخ ہونٹ اوسکے
نازک نازک ہین پتلے پتلے

چھوٹے چھوٹے سے دانت سب صاف
موتی مشرق کے جیسے شفاف

شانہ ہین ڈھلے تو گول بازو
بیشک وہ ہے شکیل و خوش رو

مس روز ہی نام اوس حسین کا
باپ اوسکا ڈیوک[1] تھا زمین کا

ہے صاحب قبر اک سپاہی
آئی اوس پر بہت تباہی

صد حیف بر وہ نوجوان مرد
پر چہرۂ عشق خون فشان زرد

گو تھا یہ غریب خاندان کا
لیکن مرد شریف بانکا

تھا نام جوان کا جان ولیم
لندن مین تھا مکان ولیم

مردانہ جمال حسن اوس کا
مس روز تھی جان دل سے شیدا

[1] ڈیوک بڑے درجے کے امیر کا خطاب ۱۲ [2] کونسل مجلس شوریٰ ۱۲

کھیلے تھے ساتھ اور ہم سن — پیدا ہوئے دونوں ایک ہی دن

باہم دونوں کو دل سے الفت — درجہ پر عشق کے محبت

اکبار کا ذکر ہے کہ لشکر — جاتا تھا براہ بحر اخضر

بیکار تھی کوشش سفارت — ضائع بالکل ہوئی تھی محنت

کونسل مین قرار پائی یہ رائے — لشکر کوئی ضرور اب جائے

ٹھہرے جو نہ صلح کی تو ہو جنگ — دیکر رہنا ہے قوم کا ننگ

بھیجے جائین سوار پیدل — سنگینوں کا دان بنائین جنگل

قبضہ مین آئے ملک دشمن — جھنڈا اگاڑے قلعے پہ پلٹن

سایہ اوسکا غرور جائے — دولت کا ہے سرور جائے

سب کو اک جوش جان خاموش — مضطر حیران اداس بیہوش

پہلے اس سے کہ جائے لشکر — جائے ہمراہ جان مضطر

جانے والی تھی فوج جس روز — رقعہ لکھا بنام مس روز

خط کا مضمون تھا کہ "ڈن" لشکر — جاتا ہے براہ بحر اخضر

جائے گا جسم جان ہیری — ہو گی جا کر رفیق تیری

مجھکو ہے ضرور دل سے امید — ہو جائیگی آج آخری دید

رقعہ پہونچا بدست حامل — تصویر بیاد حسرت دل

پڑھکر ہوئی بیقرار مس روز — روتی تھی زار زار مس روز

بیحد تھا اضطراب اوسکا — لکھا فوراً جواب اوسکا

لکھا یہ جواب مین کہ اے جان — ہے دل کا خراب حال اس آن

ہوتا ہے تمام روز الفت — سر پر آتی ہے شام کلفت

ملنا ہے ضرور آؤن گی مین — دل کی حالت دکھاؤنگی مین

دریا کے کنارے مل سکو گی
گھر سے نکلوں گی سب سے چھپ کر
عاشق نے یہ جواب پایا
آنسو خط پر گرے تھے اور
نکلا بارک[۱] سے ہو کے دلشاد
چہرہ مغموم شاد بھی تھا
پہونچا دریا پہ سب سے اول
آنکھوں کو جستجوے معشوق
رکتی نہ تھیں اشکبار آنکھیں
اوٹھتے تھے جب حباب دریا
آیا جو خیال وہ بھی معشوق
مس روز کا انتظار معشوق
پانی کی صدا سے راگ پیدا
پانی کی آب عکس خورشید
سبزہ چاروں طرف تھا اسکے
لیکن اوسکو نہ کچھ خبر تھی
آنے والے کا منتظر تھا
تھی ریگ بجاے فرش و بستر
لیٹا بیٹھا کبھی پھر اوٹھا
اوٹھا کچھ سوچ کر وہ مضطر

گھر سے میں دس بجے چلونگی
اسطرح سے کام ہو تو بہتر
دل کو پر اضطراب پایا
رکھا پاکٹ میں بوسہ دیکر
طائر جیسے قفس سے آزاد
مایوس بھی بامراد بھی تھا
ڈر تھا نہ ہراس اسکو بالکل
دل سے تھی گفتگوے معشوق
اوٹھتی تھین بار بار آنکھیں
ظاہر اون سے بھی مس کا نقشا
تھا دل میں ملال وہ بھی معشوق
دل تھا کوئی بیقرار معشوق
بجتا تھا عجب طرح کا باجا
دریا کا سمان تھا قابل دید
خواہش فرحت کو ہو تو دیکھے
اوسکی تو راہ پر نظر تھی
آنکھوں میں اور ہی تماشا
اوڑ کر آتی تھی خاک منہ پر
آنکھیں کھولیں تو دیکھا رستا
آگے اوسکے کلاک ٹاور

[۱] بارک سپاہیوں کی کوٹھری سے بنا ہے یہاں اسم معرفہ ہے۔

دیکھا اوسنے تو تین بجے تھے
اوسکی تو کلاک[۱] پر نظر تھی
پیچھے اوسکے کھڑی تھی مس روز
سایہ پہنے تھی ارغوانی
آئی آواز جان ولیم
مشکل سے ہوئی تھی ختم تقریر
رونے کانپنے ہوئے ہم آغوش
کچھ دیر رہی یہ حالت دل
آہستہ چلے وہان سے دونو
دل مین تھے سیکڑون خیالات
گوشہ مین نظر بچا کے سب سے
چھوٹا سا نفیس باغچا تھا
جو روز[۲] تھا ہم شبیہ مس روز
کوئی بھی تھا وہان نہ ہمراز
چھ سات منٹ گذر چکے جب
بولا یہ جان میری پیاری
مس نے یہ دیا جواب اوسکو
ٹکڑے ٹکڑے ہے دل ہمارا
افسوس ہے آج جاؤ گے تم
بھر کر اک آہ جان بولا

شاید آئے مین ہون کچھ وقفے
اوسکو پیچھے کی کیا خبر تھی
اوس روز کا حسن تھا گلو سوز
کپڑہ ٹوپی کا آسمانی
پیچھے تو دیکھ آ گئے ہم
نالے ہوئے روز کے گلوگیر
دونون پھر ہوش سے تھے بیہوش
پھر ہوش بجا ہوئے بہ مشکل
کہتے نہ تھے کچھ زبان سے دونون
منہ سے نکلی نہ ایک بھی بات
وہ آرہین اک شجر کے ٹہرے
جو پھول تھا وہ کھلا ہوا تھا
وہ روز سے بڑھ گئی تھی اسٹرڈے[۳]
ہمدم تھے ہما پر خوش آواز
پھر آیا زبان پہ حرف مطلب
"حالت کیا ہے کہو تمھاری"
"اپنے دل سے تم آپ پوچھو"
ٹکڑون پہ رنج و غم کا قبضا
معلوم نہین کب آؤ گے تم
معلوم نہین ہے پھر کہین کیا

[۱] کلاک ٹاور - گھنٹہ گھر [۲] روز - گلاب - قافیہ مین تجنیس رکھی گئی ہے [۳] ڈے - دن -

لڑنے کے لیے چلا ہے لشکر — امید نہین کہ آئین پھر کر

ہوتی ہے تمام آرزو آج — ہوتی ہے ختم گفتگو آج

نکلین گے کبھی نہ دل کے ارمان — دیکھین کیا ہو بڑے ہین سامان

نازک ہین معاملات ملکی — ای پیاری ضرور جنگ ہوگی

بولی مس روز حالت دل — ظاہر کرنے سے کیا ہے حاصل

دل مین جو ہے عیان نہوگا — الفاظ سے وہ بیان نہوگا

یاس و حرمان کا سامنا ہے — مشکل اب دل کا تھامنا ہے

دل تو مین تمکو دے چکی ہون — عہد و پیمان سے چکی ہون

بچپن مین ہوئے تھے عہد و پیمان — اوس سے پھر جاؤن کیا ہے امکان

سوچی مین نے ہے ایک تدبیر — آگے پھر جو ہو اپنی تقدیر

تدبیر سے ہم نہین ہین آگاہ — شاید اوس نے کیا ہو گمراہ

مس نے کچھ کان مین کہا تھا — عاشق نے جواب بھی دیا تھا

کچھ دیر کھڑی رہی وہ بیچین — آخر پھر وہ سے کے پارٹنگ کس[1]

وہ وحشت اسیر وہ سپاہی — گھر کی جانب ہوئے تھے راہی

الفت بے رحم ہے ستمگر — غالب تھی فرض منصبی پر

تھا جان فریب سے نہ آگاہ — اوسنے اوسکو کیا تھا گمراہ

قوت جو ممیزہ تھی اوسکی — بالکل تاریک ہو گئی تھی

تھا سخت ضرور مارشل لا[2] — لیکن اوسکو ہوئی نہ پروا

گنتی کے وقت وہ نہ آیا — شاید چھپ کر کہین گیا تھا

جب وقت ہوا شمار لشکر — دیکھا تو جوان تھا ڈزرٹر

---

[1] پارٹنگ کس رخصتی بوسہ [2] فوجی قانون ۱۲ -

کشتی مین ہوا سوار لشکر
لیکن غائب تھا جان ابتک
مدت کے بعد نعش اوسکی
اوسنے بارک مین خودکشی کی
الفت مین جان دی بہرحال
بس ختم ہوا زمانہ عشق
دولت افلاس مین نہین فرق
الفت ہو شاہ کو گدا سے
نوکر کو عشق سے سروکار
فوجی کو فتح سے رہے کام

اوٹھے من سن وارکے بھی ملنگر
ملتا ہی نہ تھا نشان ابتک
بارک سے سپاہیون کے نکلی
ہوکر مایوس جان دیدی
اس سے زائد نہین ہے احوال
مشہور ہوا ترانۂ عشق
ہوتا ہے عشق مین کہین فرق
اسکے توڑ ہنگ ہین نرالے
رکھنا لازم نہین ہے زنہار
پڑکر ہو عشق مین نہ بدنام

دھوپ اور چاندنی

آیا خط استوا پہ خورشید
لیکن ایسا ہے نور اوسکا
باشان و شکوہ جادہ گستر
وہ رعب و جلال وہ غضب ہے
غائب ہین ستارہای افلاک

شمع عالم ہے قابل دید
انکھین ہوتی ہین جس سے خیرا
ہے تخت ملا پہ شاہ خاور
دیکھین اتنی مجال کب ہے
چہرہ ہے شاہ کا غضبناک

ذیل کی اردو نظم مین مسٹر والٹر ہیری کی پوئم "سن شائن اینڈ مون لائٹ" کے اچھوتے خیالات مین شاعر نے جو نازک خیالیان دکھائی ہین اور دلکش سین کھینچے ہین - انکا لطف کچھ اُن ہی دوستون کو آسکتا ہے جنھون نے شیکسپیر اور ملٹن کے سیر کی ہے اور انکو عزیز رکھتے ہین مجھے افسوس ہے کہ وہ لوگ جو "سبھا مین دوستو اندر کی آمد آمد ہے" اور "جھوگن آتی ہے پری بنکے پرستان کے بیچ"

آئین نہ حضور مین وہ بیباک — اجرام فلک جھلکے ہون چالک

شان قدرت ظہور خورشید — دریا ہے طلا ہے نور خورشید

دیکھو ٹالو پر وہ دھوپ پھیلی — یا ہے سونے کی اوس پہ قلعی

ہر چیز کا حسن ہے دوبالا — کیسا یہ چمک رہا ہے ذرا

ہے روے صبح کا عجب رنگ — ہوتی ہے عقل دیکھکر دنگ

گورا گورا ہے رنگ اوسکا — اوس پر سرخی ہے اور طلا

پڑتی اوس پر ہے دھوپ دیکھو — دیکھو چہرے کا روپ دیکھو

ظاہر نور سحر شفق مین — مہر گردون کی ہین شعاعین

یکجا کیونکر ہوئے سب اوقات — بیشک قدرت کی ہین کرامات

صانع کی ہے نئی صنعت — حیرت افزا ہے حسن طلعت

گر غور کرو قمر کو دیکھو — اوسمین شکل لشد کو دیکھو

پر تو افشان نہین قمر ہے — ہیرا ہے آب پہ مگر ہے

چہرہ اوترا ہوا ہے اوسکا — میلا میلا سفید کپڑا ہے

غالب سورج کی روشنی ہے — مہتاب کی روشنی دبی ہے

آیا مغرب مین شاہ خاور — اوڑھی گردون نے شب کی چادر

چھائی عالم پہ ظلمت شب — عالم کچھ اور ہو گیا اب

نور خورشید ہے نہ زرد — دریا سونے کا بحر اسود

اوڑہا شب نے سیاہ کمل — کالا کالا ہو جیسے بادل

دیکھو دیکھو افق مین کیا ہے — دیکھو وہ کیسا نکل رہا ہے!

متعلقہ صفحہ ۵۲ - پڑھتے ہوئے ہین وہ کچھ بھی اس سے محظوظ نہین ہو سکتے بہتر ہے کہ وہ اپنے سر پیٹین
اور میری اس گستاخی کو معاف کرین۔

نکلا ڈگ ڈگ کے بدر کامل
روشن جس سے ہے ہر منزل

نکلے اختر چمک چمک کر
غالب نور قمر ہے اُن پر

شب کا فرمان روا قمر ہے
تخت سیمین پہ جلوہ گر ہے

دیکھو عالم یہ چاندنی کا
لہرین لیتا ہے کوئی دریا

کالا کالا لباس شب تھا
سایہ اوس نے سفید پایا

گویا شب بھی کوئی دولہن ہے
پرتاب سفید پیرہن ہے

پھولون پہ قطرہای شبنم
پڑتا ہے عکس ماہ ہر دم

کیسے قدرت کے ہین یہ موتی
قیمت انکی ادا نہوگی

گرمی نہین معتدل ہے سردی
بدلی رفتار ہے ہوا کی

آتش خانے ہین بے ضرورت
سردی کی اب نہین ہے شدت

ٹھنڈی ہے روشنی مہتاب
ہالہ دریا مین جیسے گرداب

یہ نور خواص مین ہے کافور
کم ہے اسوقت سوز ناسور

حیرت افزا ہے سردی شب
جو آہ تھی گرم سرد ہے اب

ہو گرم کہ سرد آہ تو ہے
غم سے اسکے رسم و راہ تو ہے

راحت جتنی ہوئی ہو حاصل
ہے باعث اضطرابی دل

آئی ہے جوش مین تمنا
دل کا اسوقت ہے تقاضا

صورت اپنی دکھائے معشوق
پہلو سے جلد آئے معشوق

یہ شب کا سمان یہ ماہ کامل
لیکن خوش ہے نہین ذرا دل

بیکار ہے بے مزہ ہے بالکل
ہو جائے چراغ ماہ کا گل

جلدی ہی یہ رات روز ہو جائے
سردی جتنی ہے سوز ہو جائے

بے یار یہ چاندنی ہے ظلمت
ہمکو اسکی نہین ضرورت

میری آنکھ سے جاکے کہدو
میری بیشک شرک پہ ہوگی
اوسکے چہرے پہ نور مہتاب
افسوس امیری نظر نہ پہونچے
تجھسے مہتاب بدگمان ہون
توبھی دشمن ہے عاشقون کا
شبکو چھپ چھپ کے ملنے والی
ہوتی ہے آڑکی ضرورت
تیری وہ روشنی بلا ہے
عاشق معشوق جب بہم ہون
جب تک باتین ہون تو نہ چمکے
الفت بدنام ہو نہ جائے
نور مہتاب بے خطا ہے
دامن قدرت کا گرد سے پاک
شمع قدرت کے دو ہین پرتو
پہلی ہے گرم دوسری سرد
گر دھوپ نہ گرم ہو تو غلہ
بیکار یہ چاندنی نہین ہے

عالم تم چاندنی کا دیکھو
دل سے مشتاق چاندنی کی
جیسے ہیرے پہ خوب ہو آب
لیکن مہتاب پہ رخ پہ چمکے
بیشک تیرا عدو ہے جان پر
کرتا ہے رازاون کا افشا
شاکی ہوتے ہین ہمسے تیرے
شاید پہچانی جائے صورت
اونکو ہر شخص دیکھ پاتا ہے
اُنپر تیرے نہ کچھ ستم ہون
اونکے چہرون پہ تو نہ دمکے
عاشق ناکام ہو نہ جائے
عشق مخفی کی یہ سزا ہے
پڑتی ہے چاند پر کہین خاک،،
دیکھو تم دھوپ چاندنی کو
اپنے اپنے اثر مین ہین فرد
کھیتون مین ہو کبھی نہ پختہ
باکار ہر ایک قدرتی شے

سمجھو قدرت کے ہین یہ اسرار
لیکن اسکو ہے عقل درکار

انسان کا دل

خاتم انگشت قدرت مین ذرا ہمکو بتا
ہے بہت سچا درخشان وہ نگینہ کون سا

منتخب جسکا ہو تی تاج فطرت کا نگین
کون ہے وہ جسکے آگے ہو تضرع شرمگین

ہو نہایت ہی وہ حیرت زا عجائب روزگار
جسکو کہتے ہین دل انسان نجات بیقرار

ورد لے کرتے ہین جسکو گرم وہ دل ہے یہی
جسکی بینائی سنی ہوگی وہ بسمل ہے یہی

جب جوانی تھی مری تھا زور پر عہد شباب
آب ہی تھا خاک ہی تھا یہ اخلاط سحاب

زعم تھا مجھکو جوانی کا بہت کچھ تھا غرور
بادۂ نخوت کا رہتا تھا مجھے ہر دم سرور

مین سمجھتا تھا کہ میری انگلیونکی حکم پر
بے تامل سب چلا کرتے ہین جتنے ہین بشر

یہ سپہر لاجوردی یہ قمر یہ آفتاب
اختر تابان کہ ہو سکتا نہین جنکا حساب

شان و شوکت پر ضیا پر گر انھین کچھ ناز ہے
یہ سمجھ لین ہمسے دل انسانکا ممتاز ہے

ہمنے مانا آسمان دنیا پہ ہے سایہ فگن
اور کھلا ہے اختر تابان کا اک اوسمین چمن

سب ہی لیکن دل انسان نہین کچھ اوس سے کم
کچھ نہین پروا اگر رہتا ہے اسمین رنج و غم

ہین روان اور معتدل مجھ مین فوارے تمام
گا رہے ہین راگ کیا کیا اگیا ہے وقت شام

چھوٹے چھوٹے چشمہای آب ہین ہر سو روان
ساتھ اونکی مختلف رنگونکی ہین پیہم روان

ہے پریشان اور افسردہ بہت عہد خزان
اپنے ہالہ مین قمر ہے ہر طرف پرتو فشان

زرد ہین گل گلشن ایجاد مین حد سے زیاد
چاندنی کرتی ہو دیکھو آج اوسنے خیر باد

فاضل بابو اودیسی دت نے "ہارٹ آف مین" (دل انسان) کی سرخی سے ایک بیش بہا نظم "دی جرجین آف یو بک" مین شائع کرائی تھی۔ اسکو بجنسہٖ کلکتہ تھیٹل میگزین نے نقل کرکے شائع کیا تھا خاکسار نے اوسکا میٹریکل ورشن یا اوس نظم کا نظم مین ترجمہ کرکے معزز اخبار مہذب نمبر ٥ جلد مطبوعہ یکم فروری ۱۸۹۱ع مین شائع کرایا اب اوسکو مین اس مجموعہ مین شامل کرتا ہون تا یہ پہلا ترجمہ ہے

خامشی کی ہے حکومت سب سے کہتی ہے وہ آج
مٹ گیا جب سے ارم کرتی ہو نہین دنیا مین راج

گو سبقت مجھسے لیجائین کبھی ممکن نہین
جتنے ہین اقسام خاموشی کرین دل نشین

ہے کسی ہندی مین کوئی ہے کسیکو کوئی فکر
ہین کہین کچھ اور باتین ہے کہین کچھ اور فکر

ہے دل انسان مگر پہلو مین اک تسکین کے ساتھ
خانۂ پہلو مین بیٹھا ہے عجب تمکین کے ساتھ

ستارون کی روشنی

رات آئی مگر بہ دیر آئی
ظلمت شب ہر اک طرف چھائی

چپکے چپکے یہ چاند چھوٹا سا
آخر مین آسمان سے ڈوبا

سب بے ضیا ہو گئے ہین ارض و سما
حجلۂ مغربی مین ماہ چھپا

اب کوئی روشنی نہین باقی
ہان ستارون کی روشنی ٹھنڈی

جو کہ پہلا ستارات کا پہلا
جسنے مریخ سرخ کو سوچا

کیا یہ مریخ چرخ الفت کا
ہے کوئی سرخ سرخ سیارا

یا کہ اوس رات کا ہے یہ اختر
جسمین دیکھے تھے خواب خوش اکثر

یہ نہین اور کچھ ہے اسکے سوا
چرخ ہے ایک نیلگون خیما

اوسمین بیٹھا ہے اک دلیر جوان
اوسکا ہتھیار ہے یہ نور افشان

جسے مریخ پر وہ ستارہ احمر
یون چمکتا ہے جیسے طشت سپر

نظر آتا ہے جب وہ سیارا
دل کا ہوتا ہے اور ہی نقشا

اسے درخشان ستارۂ احمر
ابتو جنگ سے نہی نظر مجھ پہ

مندرجہ بالا منرجی سے ایک نظم ٹینیسل میگزین مین جسکو تعلق رکھتی ہے چیمبر اوسکے مارل یا اخلاقی نتیجہ اوسکے ترجمہ کیطرف
مائل کیا حتی الوسع مین نے بہت کوشش کرکے اردو قطعے مین لیا ہے — امید ہے کہ پبلک کو یہ ترجمہ پسند آئیگا —

زور تجھکو خدا نے بخشا ہے — ہم ضعیفون پہ مسکراتا ہے

دیکھ پھر دیکھ تو قوی تن ہین — ایک مضبوط آدمی ہون مین

ہے اگر دل مین روشنی کچھ بھی — تو ستارون کی روشنی ٹھنڈی

اپنی دھن کا ہی پورا یہ سیار — ہے یہ خاموش مستقل خوددار

اک نئے رنگ کا ستارا ہی — میرے سینے سے یہ نکلتا ہے

جتنی سینے مین ہین تمنائین — اور آتی ہون جسقدر آئین

سب کو اک روز دست ٹھنا ہے — ہر تمنا حباب دریا ہے

ہاتھ سے دو کبھی نہ استقلال — زور ہمت کو ہو کہین نہ زوال

ہے فنا ایک روز دنیا کو — نگرو اس سے خوف تم نہ ڈرو

اُف نہ کرنا کسی مصیبت مین — ہو تغیر کبھی نہ حالت مین

دوشیزگی

کنوارپن بھی عجب سادگی کا عالم ہے — ہر پیچ ہے کچھے تعریف جسقدر کم ہے

بہت عروج پہ مہر جمال ہوتا ہے — مگر حسین کو نہین کچھ خیال ہوتا ہے

اس نظم کے متعلق اودھ پنچ ۲۲ ستمبر ۱۹۲۳ع مین یہ ریمارک شائع ہوا ہے "ناظرین کو یاد ہوگا کہ یہ نظم ۹ ستمبر ۲۳ء کے پرچے مین شائع ہوئی تھی اکی نسبت ایک صاحب سید محمد احمد رضوی اپنے خیالات اسطرح ظاہر کرتے ہین "یہ نظم مٹریکل ورشن ہے میڈن ہڈ کی - اسکو مترجم نے اسٹوڈنٹ میگزین سے لیا ہے حضرت بعض شعر کا ترجمہ بکم وکاست نظم ہو گیا ہے بامحاورہ نثر مین اس پوئٹری کا ترجمہ دشوار تھا نہ کہ نظم مین جسکی بندش بہت پیاری ہوئی ہین مترجم صاحب کو اونکی کامیابی پر مبارکباد دیتا ہون اور انگریزی خوان دوستونکو یہ نابینر صلاح کہ اگر اون کو ایشیائی پوئٹری کا مذاق ہے تو اس رنگ مین شعر لکھا کرین جس سے زبان اور

نہین دبانے سے دبتا کسیکا جوش شباب
وہ دیکھیے! ہی کھڑی اک کنواری مہ طلعت
بہت دعاؤن کی تاثیر سے ہوئی پیدا
بری ہے حسن تکلف سے سادگی بالکل
بدن سڈول اور اعضا کے جسم ہین موزون
ہین آنکھین بھوری اور اونمین حیا کا ہے سکون
اور آنکھون ہی سیاہی تو اسطرح کی ہے
سنہرے بال کنواری کے سر سے ڈھلکر
ملے ہین چشمہ و دریا جہان نکھر کے روان
نہین ہے صاف یہ چشمہ ہی تھا صفر تری
وہ دیکھتی ہے تامل سے وسعت دریا
وہ دیکھ دیکھکے دریا کو ہی جاتی ہی
نہین بیان ہو وہ دریاے شباب شورش ہے
وہ جانتی ہی جوانی ہے جوش کا عالم
ہی سن ہی وہ کہ امنگون کو جوش ہوتا ہے
قریب دیکھتی ہین جذبے بھی اور خواہش دل
بہت سے جال بہت قریب راہ مین ہین
وہ دیکھو فکر سے پاؤن آتی ہی کیسی

مگر دباتا ہے اوسکو خیال شرم و حجاب
ہی پیاری سادہ بڑی عجب بھولی بھالی وہ صورت
متاع شرم و حیا وہ حسین ماہ لقا
کھلا ہے گلشن قدرت مین خوبصورت گل
بنا کے صنعت صانع بھی ہو گئی مفتون
قمر نے ڈالی ہی شرم و حجاب کی چلمن
فلک پہ جو کہ سر شام روز ہوتی ہے
شعاع مہر درخشان ہین بال کے گھونگھر
وہ دیکھتی ہی عجب ہے نظر فریب سمان
نگاہ ہوتی ہے خیرہ - وہ روشنی اوسکی
بچشم لطف کہ بہتا ہی کسطرح چشمہ
نظر جو آتا ہے چشمہ تو مسکراتی ہی
بیان ہو نہین سکتی جو اوسکی حالت ہے
بہت سے خطرے ہین اونمین بہت ہین رنج و الم
حسین کوائی ادا اونکا ہوش ہوتا ہی
کہ ذرا اون کو بچانا تو ہے بہت مشکل
بہت سے خار بہت سے نشیب راہ مین ہین
وہ اوسکو ڈھائیگی دشمن ہے خانہ دل کی

ملک کے خیالات کو بہت بڑے فائدے کی امید ہے مترجم صاحب نے لفظی ترجمہ کے وقت کیون اوٹھائی - اوسکا سنس (مطلب) ہی کیون نہ موزون کر دیا - بہر حال مجھے اردو پر رشک آتا ہے کہ اوسمین ایسے ایسے قابل طباع اور ذہین لوگ ہین ۔

نہین ثبات زمانیکو گذرا جاتا ہے ۔ مئی ہے آج تو کل ماہ جون آتا ہے
ابھی تھی صبح کہ نصف النہار آپہونچا ۔ جو سہ پہر ہے تو پھر بعد اوسکی وقت مسا
مگر کہو یہ کنواری سے ہو نہ وہ مغموم ۔ خدانے اوسکو بنایا ہے بے گنہ معصوم
کہو نہ ہاتھ سے دیوے وہ زمام استقلال ۔ یہ درد و رنج و الم ہونگے سب کے سب پامال
روان ہے دیکھو یہ چشمہ ہے سیر کے قابل ۔ نگہ مین آئی طراوت تو لطف ہو حاصل
زمانہ دیکھکے چشمے کو کہہ رہا ہے یہ ۔ کہ ایک اوسکے سا نیچر کا شفیدا ہے یہ
نہ اپنے سایہ سے ہٹکے حسین سنجیدہ ۔ کہ خوفناک نہین کوئی چیز پوشیدہ
نہین ہے شکرا جو ڈرتی ہے فاختہ ہے وہ ۔ کرے حواس بجا ہوش باختہ ہے وہ
ہے ایک شاخ نہین ہے یہ عہد صغرسنی ۔ ہے پہولون سے دیکھو لدی ہوئی کیسی
اور اوسپہ گاتے ہین بیٹھے طیور خوش الحان ۔ کوئی پرانا کہلی ہے ابھی کسیکی زبان
ہے ایک شاخ نہین ہے زمانہ پیری ۔ جھکی ہوئی ہے بہت اور برفی ہے ڈہنکی
مگر ذرا بھی نہ اسکا خیال ہو دل کو ۔ بڑھاپا آئے تو کیا کیون ملال ہو دلکو
بہت حسین گل نیلوفر ہے ہاتھ مین لو ۔ عجیب بست ہے خوشبو ذرا اوسے سونگھو
ہمیشہ دل مین رہے جوش نوجوانی کا ۔ یہی مزہ ہے یہی لطف زندگانی کا
ہمیشہ لب پہ آئے تبسم تو پاک ہو یا گل ۔ ہنسی جو آئی کبھی وہ ہنسی ہو خندہ گل

حیا سے شرم سے پاکیزگی سے کام رہے
حیا سے کام رہے اور جہان مین نام رہے

نغمۂ عشق

روم کے ایک شاعر نے ایک نظم کو سانگ کی طرح سے تصنیف کی تھی اوس نظم کو انگلستان کے جادو طراز اور نامور شاعر لارڈ بیرن نے اپنی زبان مین لیا ۔ چنانچہ اوسکی کلیات مین موجود ہے

ہائے یہ عشق کبھی درد سے خالی نہوا
بدگمانی و مصیبت سے یہ دم ساز رہا

آہ پیہم سے کیا دل مرا ٹکڑے ٹکڑے
یہ شب و روز مرے تار ہوئے ہین ان سے

درد دکھ کون سنے کوئی نہین یار مرا
اور مونس ہی نہین درد و مصیبت کے سوا

اسی صدمہ مین غش آتا ہے مرا جاتا ہون
ایک لمحہ بھی کہین چین نہین پاتا ہون

عشق کے پاس تھے جو تیر ستم کے موجود
ہائے افسوس وہی تیر ہین اب زہر آلودہ

ہان خبردار رہو طائر آزاد مدام
عشق نے گرد نشیمن کے بچھایا ہے دام

ورنہ جس آگ سے اسطرح ہوئے ہو محصور
دل تمھارے وہ جلائے گی رہو اس سے دور

دل سے امید و تمنا کو مٹائیگی یہ آگ
دل مین اک اور نئی آگ لگائیگی یہ آگ

تھا خوش آئند بہار و نہین کبھی مین آزاد
خوب اڑتا تھا نہ تھا راہ مین دام صیاد

دام تزویر مین جسوقت سے مین آیا ہون
پھڑپھڑاتا ہون مین کرونہ جلا جاتا ہون

دل لگایا ہی نہین جسنے کسی سے اپنا
درد الفت سے کبھی جو متاثر نہوا

دردمندون پہ کبھی رحم آئیگا اسے
درد کی ٹیس نہین دل مین فرا ہی جسکے

سرد مہرونکی رکاوٹ کی اسے کیا ہے خبر
کیا اثر ہے کسی مدہوش کے جو تیر چھپے نظر

ہے اگر برق محبت کی غضبناک نگاہ
وہ تو کیا اوسکی فرشتے بھی نہین ہین آگاہ

خواب خوش روز نئی راتکو دیکھے اکثر
تو پھر اک خواب مین ایسا مجھے آیا ہے نظر

آرزو اور تمنا پہ اب آیا ہے زوال
ہای اس عشق نے دونون کو کیا ہے پامال

وہ ترا زور اثر اور وہ میری الفت
موم سے اور گل افسردہ سے ہین ہم نسبت

عمر کی شمع کی ضو شمع شبستان جمال
آنکھ کیون بدلی ہے کیون نفرت تمہاری ہین لال

میری محبوب حسین یہ تو بتا دو مجھکو
نفرت اپنے جگر افگار و نسے کرسکتے ہو

متعلقہ صفحہ ٦٠ — ہے چونکہ یہ نظم ہمارے شاعری سے ملتی جلتی تھی لہذا ہمنے اوسے اردو زبان مین ایسا مہذب نمبر ۹ مطبوعہ یکم مارچ ۱۹۱۶ء مین شایع کرایا اور ہم اس مجموعہ مین شامل کرتے ہین —

چشمۂ فصل زمستان کیطرح دیدۂ تر
کون بدبخت ہے ایسا کہ شریک غم ہو
رحم کر مجھپہ ذرا طائر نغمہ پرداز
جس گھڑی کان مین آئیگا ترنم تیرا
منجمد خون جگر سوز سے غم مین خاموش
آفتین سب یہ اوٹھائی ہین تری نغمتین
اور ترے دل نے اوٹھائی نہین تکلیف مگر
دل مفتوح مرا ٹوٹ رہا ہو دیکھو
ڈر نہین خوف نکر جان مری لے ظالم
موت اس موت سے بڑھکر تو نہین دیسکتا
عشق پر روز ولادت پہ بہت کی نفرین
قتل کرتا ہے مجھے عشق ہی قاتل جلاد
جان مجروح میری سینہ پرخون کہو
ہای مین نے یہ نہین سمجھا کہ مسرت شادی

کسقدر جوش پہ ہین حد فزو نفسے ٹھہے
میرا ہمدرد بنے اور میرا ہمدم ہو
کم نہین ہے کبھی اعجاز سے تیری آواز
جان پڑ جائیگی ہو جائیگا عاشق زندا
ہای مختل ہی دماغ اور نہین مجھکو ہوش
صبر کرتا ہون ہر اک رنج ہر اک کلفت مین
فتح کرتا ہے بڑے فخر سے میری دلبر
ٹوٹنے کی ہی یہ آواز سنو یا نہ سنو
کیا تامل ہے تجھے زہر مجھے دے ظالم
لیکے اکبار تو پھر جان نہین لے سکتا
ہای اب عشق کے پھندمین پھنسی جان حزین
اور ڈر کر کے غضب ہی یہ ادای بیداد
نفرت اپنے جگر افگار و نسے کر سکتے ہو
پیشی خیمہ ہین مصیبت کی الم کی غم کی

چشمۂ فیض ز

کون بدبخ

رحم کر بچھپہ

جس گھڑ

منجمد خون

آفیتن

اور نتر

دل مف

ڈرہ مہیں

موت اب

عشق

قتل کرت

جان مج

ہائی